الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

مئی 2024

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

محرم کے بغیر خواتین کا حج وعمرہ

”امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے ایک دوسرے فتوے میں لکھتے ہیں: ”اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پہ بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی ہاں جب فرض ادا ہوجائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وہ جس قدر پردے کے اندر ہے اس قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امہات المومنین کو حج کرا کر فرمایا: ہذہ ثم حصر البیوت۔ یہ ایک حج ہوگیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی روایت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دوسرا حج ناجائز ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۰، ص:۶۵۷)

ایک بندۂ مومن کو شریعت پر عمل کرنا لازم ہے حالات، تقاضے اور حکومت کیا کہتی ہے ان تمام چیزوں پر نظر کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔“ (اداریہ)

مُبارک حسین مِصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ مبارک پور

اشرفیہ

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 48 شمارہ 5 | مئی 2024ء | ذی قعدہ 1445ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : **مبارک حسین مصباحی**

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِتعاون

قیمت عام شمارہ	30 روپیے
سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک)	300 روپیے
سالانہ (بذریعہ رجسٹری)	600 روپیے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

750 روپیے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپواکر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	محرم کے بغیر خواتین کا حج و عمرہ	مبارک حسین مصباحی	5
	مطالعۂ قرآن		
تفہیمِ قرآن	ماہ ذی الحجہ- خصوصیات و فضائل	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	8
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	12
	نظریات		
فکر امروز	معاشرے کی بربادی کے اسباب و عوامل	محمد قمر انجم قادری فیضی	14
	اسلامیات		
شعاعیں	میں ہی خدمت دین کر رہا ہوں- شیخ اسید الحق قادری بدایونی	بلال احمد نظامی مندسوری	19
	گناہوں سے توبہ	محمد فداء المصطفیٰ	20
	شخصیات		
انوار حیات	غوث الوقت حضرت مولانا محمد کامل نعمانی ولید پوری	انس مسرور انصاری	22
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا	مفتی محمد اعظم، مبارک پور	26
	تاریخیات		
دستاویز	بندیل کھنڈ کے ہمنام پنج گنج قادری	پروفیسر ابوالحسن محمد یاسر رضا باندوی	29
	بزم دانش		
فکر و نظر	محرم کے بغیر خواتین کا سفر حج و عمرہ	مفتی عبدالقیوم ہزاروی/ مفتی محمد ناصر حسین مصباحی	35
	ادبیات		
گوشۂ ادب	جماعت احمدیہ غیر مسلم مرتد ہے	سید صابر حسین شاہ بخاری	41
نقد و نظر	جاورہ سے جاورہ تک: ایک تبصرہ	بلال احمد نظامی مندسوری	47
	تذکرۂ صالحین بنارس	سید معراج الدین مصباحی	49
	وفیات		
سفر آخرت	مولانا قاری محمد ماہر کی شہادت	مبارک حسین مصباحی	51
	مولانا عطاء المصطفیٰ امجدی کا سانحۂ ارتحال	مولانا محمد عبدالمبین نعمانی	53
	مکتوبات		
صدائے بازگشت	سید صابر حسین شاہ بخاری		54
	سرگرمیاں		
عالمی خبریں	رفح سے ایک لاکھ افراد کی نقل مکانی/ گریٹا تھنبرگ اسرائیل کے خلاف/ ہالینڈ کے اداکار اسلام میں داخل		55
خیر و خبر	آل انڈیا سنی جمیعۃ العلما اور رضا اکیڈمی نے اجمیر شریف امام کے قتل کی مذمت کی/ اقبال اور ملا		56
	منظومات		
خیابان حرم	تضمین بر کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ	پیر سید نصیر الدین نصیر چشتی	58

محرم کے بغیر خواتین کا حج و عمرہ

مبارک حسین مصباحی

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. [آل عمران:97]
اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

اس فرمان الٰہی میں مرد و زن سب شامل ہیں، یعنی جن حضرات کے پاس اتنا سرمایہ ہو کہ خانہ کعبہ تک جانے اور ارکان حج ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور اتنے ایام تک اہل و عیال پر سکون انداز میں گزر بسر کر سکتے ہیں تو ان مردوں اور خواتین پر حج زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ مرد و خواتین کے لیے وہ تمام قیود و شرائط لازمی ہیں شریعت مطہرہ نے جنھیں ضروری قرار دیا ہے۔ مگر خواتین کے لیے حج و عمرہ یا دیگر اسفار کے لیے شوہر یا کسی محرم کا ساتھ جانا ضروری ہے۔ اگر کسی خاتون نے حج و عمرہ یا کوئی دوسرا سفر بغیر شوہر یا شوہر نہ ہونے کی صورت میں بغیر محرم کے تنہا کیا یا کسی اجنبی مرد یا دیگر خواتین کے ساتھ کیا تو یہ تمام سفر ناجائز ہیں اور اگر حج کیا تو حج مع الکراہت ہوگا اور ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا یہ سفر ناجائز و حرام ہے۔

محسن انسانیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لَا يَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ تُومِنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَيْسِرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِىْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ يَقُوْمُ عَلَيْهَا. (صحیح بخاری، باب فی من یقصر الصلوٰۃ وسمہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوما ولیلۃ، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حلال نہیں اس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہے اللہ تعالیٰ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا سفر کرے مگر محرم کے ساتھ جو اس کی حفاظت کرے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی ایک سوال کے جواب میں رقم فرماتے ہیں:

”بچہ یا مجنون یا مجوسی یا بے غیرت فاسق نہ ہو اگر محرم ہو تو اس کے ساتھ بھی سفر حرام ہے کہ اس سے حفاظت نہ ہو سکے گی یا نہ حفاظت کا اندیشہ ہو گا۔ حج کا جانا ثواب کے لیے اور بے محرم جانے میں ثواب کے بدلے ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔“

[فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:10، ص:704]

واضح رہے کہ خاتون بالغ نوجوان ہو یا ادھیڑ عمر کی بیوہ ہو یا بوڑھی کسی بھی علاقے کی باشندہ ہو اسے شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں، سفر حج و زیارت کا ہو یا عمرہ کا یا کسی اور مقام کا شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آج کے عہد میں خواتین کی بے حیائی اور بے پردگی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ بعض خواتین معیشت یا دیگر ضروریات کے لیے اپنے ملک یا دیگر ممالک کا سفر کرنے کو باعث فخر تصور کرتی ہیں۔ اب تو حالات اور زمانے کے تقاضے کافی بدل چکے ہیں، سوچ فکر اور عملی زاویوں میں بھی بڑی تبدیلی آئی ہے۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ ہمارے ملک میں پانچ خواتین کا گروپ اور عمر میں پینتالیس سال کا ہونا شرط ہے مگر اب یہ شرائط بھی مفقود ہو چکے ہیں، حکومت تنہا خواتین کو بھی پرمیشن دے رہی ہے۔ بقول امام احمد رضا محدث بریلوی:

”عورت کو بغیر محرم کے حج خواہ کسی اور کام کے واسطے سفر کرنا ناجائز ہے... اور محرم فاسق بے کار ہے اس کا ہونا اور نا ہونا برابر ہے اور معیت زن متقیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کافی نہیں، اور حج کر لیا تو فرض ساقط حج مع الکراہۃ ادا اور اس فعل

ناجائز کی معصیت جدا۔" (فتاوی رضویہ مترجم، ج:10، ص:701)

اب آپ حضرات ذرا غور کریں سعودی عرب کی وزارت حج و عمرہ نے بغیر محرم کے خواتین کو ویزا دینے کا چند برس سے اعلان کر دیا ہے۔ ہند اور دیگر ممالک کی حکومتوں نے بھی پرمیشن دینا شروع کر دی ہے۔ عہدِ حاضر میں اس کی جو قباحتیں سامنے آ رہی ہیں وہ سب پر ظاہر ہیں۔

ذرا آپ یوں بھی غور فرمائیں کہ ایک خاتون کو سفر کے دوران طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے بعض مواقع ایسے بھی در پیش ہوتے ہیں جہاں صرف خواتین ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ عورتیں مردوں کے مقابل کم طاقت رکھتی ہیں بعض اوقات مردوں کے سہارے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اب ہم احادیث نبویہ کی روشنی میں یہ واضح کرتے ہیں کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری اہلیہ حج کی سعادت حاصل کرنا چاہتی ہیں تو آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ جہاد چھوڑ کے حج کی سعادت حاصل کرو؛ کیوں کہ شوہر کے ہوتے ہوئے ایک خاتون کو شوہر کے بغیر جانا درست نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال: قال النبي : لا تسافر المرأة الامع ذي محرم ، فقال رجل : يارسول الله إني أريد أن أخرج في جيش كذاو كذا و امراتي تريد الحج؟ فقال : اخرج معها ."

ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میں فلاں لشکر کے ساتھ جہاد میں جانا چاہتا ہوں، جب کہ میری بیوی کا حج کا ارادہ ہے تو آپ نے فرمایا: آپ اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جاؤ۔ (صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، حدیث نمبر: ۱۸۶۲، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع المحرم إلی الحج وغیرہ، حدیث نمبر: ۱۳۴۱)

بعض روایتوں میں حدیث اس طرح ہے کہ وہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے جہاد کے لیے نام لکھوا لیا ہے اور بعض روایت میں ہے کہ میں نے جہاد میں جانے کی نذر مانی ہے، نیز بعض میں ہے کہ عورت بغیر محرم کے حج نہ کرے۔

اب آپ ذرا غور کریں کہ بعض خواتین کو اللہ تعالیٰ حج کی استطاعت عطا فرما دیتا ہے وہ صالحہ خاتون چاہتی ہے کہ سفر حج و زیارت کے فریضے کو ادا کرے، بلوغ کے بعد خاتون کسی بھی عمر کی ہو ایسا نہیں ہے کہ اب وہ ضعیفہ یا کمزور ہے بلکہ ہر عمر میں سفر حج و زیارت کے لیے شوہر یا محرم کا ہونا ضروری ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ خوش دامنوں کو داماد لے جا سکتے ہیں، یہ انتہائی غلط سوچ ہے، داماد بلا شبہہ بیٹے کے درجے میں ہے مگر فرزند نہیں ہے۔ عہد حاضر کے جو حالات ہیں انھیں ہم سے زیادہ آپ جانتے ہیں، شریعت مطہرہ نے ہر دور کے تقاضوں کو سامنے رکھا ہے شریعت کا ہر حکم عقل و نقل کی روشنی میں مستحکم ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم لوگوں کی عقلیں احکام کی باریکیوں کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں۔

فقیہ اعظم عالم امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک راستہ پیش کیا ہے جسے ہم انھی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

پس جب ہندہ پر بسبب اجتماع شرائط کے حج فرض ہو گیا تھا اور اب معیت محرم کی نہیں ملتی تو چارہ کار یہی ہے کہ نکاح کرے، اگر یہ خوف ہو کہ شاید اس نے نکاح کر لیا اور پھر نہ گیا تو یہ پھنس گئی اور حج بھی نہ ہوا، یا اندیشہ ہو کہ شوہر موافق مزاج نہ نکلے چاہیے تو تھا چند روز کے لیے اور پابند ہو گئی عمر بھر کی، یا سرے سے اسے پابند شوہر رہنا منظور ہی نہ ہو، صرف اس ضرورت کی رفع تک کہ نکاح چاہئے، تو اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ اگر تو اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن ہو اور جب بعد حج میں واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فوراً مجھ پر طلاق بائن ہو، یوں اگر وہ نہ گیا تو طلاق

ہو جائے گی اور اگر گیا تو واپسی پر عورت جس وقت اپنے مکان میں قدم رکھے گی نکاح سے نکل جائے گی، اور بہتر اور آسان تر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ مجھے ہر وقت اپنے نفس کا اختیار ہو کہ جب کبھی چاہوں اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے لُوں، یوں اس کے نہ جانے یا واپس آنے پر اور اس کے بعد بھی ہر وقت عورت کو اختیار رہے گا مرضی ہو اس کی زوجیت میں رہے نہ مرضی ہو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر جُدا ہو جائے، در مختار میں ہے:

مع زوج او محرم بالغ عاقل غير مجوسي ولا فاسق لا مرأة ولو عجوزا وهل يلزمها التزوج قولان ولو حجت بلامحرم جاز مع الكراهة.

عورت خواہ بوڑھی ہو اس کے لیے خاوند یا محرم بالغ کا ہونا ضروری ہے بشرطیکہ وہ محرم فاسق اور مجوسی نہ ہو کیا عورت پر حج کے لیے نکاح ضروری ہے، اس بارے میں دو قول ہیں، اگر عورت نے بغیر محرم حج کر لیا تو جائز مع الکراہت ہوگا۔(ت)

امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے ایک دوسرے فتوے میں لکھتے ہیں:

"اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی، ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وُہ جس قدر پردے کے اندر ہے اُس قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امہات المومنین کو حج کرا کر فرمایا: هذه ثم حصر البيوت. یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دُوسرا حج ناجائز ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ مترجم، ج۱۰، ص:۶۵۷)

اب آپ دوسرے نقطۂ نظر پر بھی غور فرمائیں، حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی نے تحریر کیا ہے:

"ریاست کی طرف سے ملنے والی سکیورٹی اور سیفٹی محرم بن گئے ہیں، کیوں کہ حکم محرم کی حکمت یہی تھی۔ لہٰذا اِن سفری سہولیات کے ساتھ جب عورت عورتوں کے گروپ میں یا ایک ایسے گروپ میں جہاں مرد و خواتین اکٹھے ہوں لیکن فیملیز ہوں اور خواتین کی کثرت ہو تو یہ اِجتماعیت محرم کا کردار ادا کرتی ہے۔ اِن حالات میں عورت کے لیے محرم کے بغیر سفر کرنا ناجائز نہیں رہتا۔ چاہے وہ (تین دن سے زیادہ مسافت کا) عام سفر ہو یا سفرِ حج اور عمرہ۔ والله و رسوله اعلم بالصواب"۔

ہم نے آپ کی تحریر بالقصد نقل کی ہے، پہلے ہم نے مشائخ اہل سنت اور امام احمد رضا محدث بریلوی کے افکار نقل کیے، اب آپ غور کریں کہ دونوں کے نقطہ ہائے نظر میں کیا فرق ہے، ایک جانب دلائل ہیں اور دوسری جانب فقط دعویٰ۔ آپ بتائیں کہ سیکورٹی اور سیفٹی محرم کیسے بن گئے، ان پر شرعی دلائل بھی ہونے چاہئیں۔

حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی نے آج اور پہلے کے سفروں میں فرق بیان کیا ہے، وہ ذرا غور کریں آج ہزاروں میل کا سفر بائی پلین چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے م جب کہ نماز کے قصر کے لیے ۹۲ کلو میٹر فاصلہ مقرر ہے۔ اب اس سفر میں نہ تھکاوٹ ہوتی ہے نہ پریشانی تو نمازوں میں قصر کیوں کیا جاتا ہے؟

ایک بندۂ مومن کو شریعت پر عمل کرنا لازم ہے حالات، تقاضے اور حکومت کیا کہتی ہے ان تمام چیزوں پر نظر کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ❊❊❊

ماہ ذی الحجہ
خصوصیات وفضائل

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

یہ ماہ ذی الحجہ ہے، یہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے، یہ بڑا مقدس اور بابرکت مہینہ ہے، یہ مہینہ اپنی گوناگوں خوبیوں کی بنیاد پر سال کے دوسرے مہینوں میں امتیازی شان کا حامل ہے، قرآن کریم میں اس ماہ مبارک کا نام تو نہیں ہے، لیکن متعدّد مقامات پر اس ماہ مبارک کا ذکر ہے، اس ماہ مبارک میں پیش آنے والے واقعات کا ذکر ہے، اس ماہ مبارک میں ادا کیے جانے والے اعمال کا ذکر ہے، اس مقالے میں ہم اسی ماہ مبارک کا ذکر کریں گے، پہلے قرآن کریم کے ان مقامات کی نشان دہی کریں گے جن میں اس ماہ مبارک کا ذکر ہے، پھر اس ماہ مبارک کے فضائل واعمال کا ذکر کریں گے، تاکہ ہمیں اس بات پر یقین کامل ہوجائے کہ ہمارے دین ومذہب اور ایمان وعمل کی بنیاد صرف اور صرف کتاب وسنت پر ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں متعدّد مقامات پر ماہ ذی الحجہ کا ذکر کیا گیا، اور مختلف طریقوں سے کیا گیا، کہیں **أشهر حرم** کے عنوان سے، کہیں **أشهر حج** کے عنوان سے، اور کہیں **شهر حرام** کے عنوان سے اس ماہ مبارک کے فضائل بیان کیے گئے، کہیں اس ماہ مبارک کے مخصوص ایام کا ذکر کیا گیا، کہیں اس ماہ مبارک کی راتوں کی قسم یاد کی گئی، اور کہیں اس ماہ مبارک میں پیش آنے والے واقعات بیان کیے گئے۔ ہم یہاں چند ایسی آیتیں پیش کریں گے جن سے اس ماہ مبارک کی عظمتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حرمت والے مہینے: خالق لم یزل عزوجل نے أشهر حرم کے ضمن میں اس ماہ مقدس کا ذکر فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:
اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ. [سورۂ توبہ ۳۶:]

اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں روز اول ہی سے اسلامی مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں، یہی سیدھا دین ہے، ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، اور تم سب مشرکوں سے جنگ کرو جس طرح وہ تم سب سے کرتے ہیں، اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کونین سلطان دارین ﷺ نے فرمایا: السنة اثنا عشر شهرا، منها أربعة حرم، ثلاث متواليات: ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان.
(صحيح بخاري، كتاب التفسير، ج:۲، ص:٦٧٣)

یعنی اسلامی سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب، جو جمادی الآخرہ اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ماہ ذی الحجہ کا ذکر ہے، قرآن کریم نے اسے شہر حرام قرار دیا، اور اس کی حرمت وتعظیم کا حکم دیا، اس میں کسی بھی قسم کی ظلم وزیادتی اور قتل وغارت گری کو ممنوع وحرام قرار دیا، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس ماہ مبارک کی قدر کرے، جہاں تک ہوسکے نیکیاں کرے، اور گناہوں سے مکمل اجتناب کرے۔ جو اس ماہ مبارک میں نیکی کرتا ہے وہ ایک طرف نیکی کرتا ہے تو دوسری طرف شہر حرام کی تعظیم کرتا ہے، اور جو اس ماہ مبارک میں گناہ کرتا ہے وہ ایک طرف گناہ کرتا ہے تو دوسری طرف شہر حرام کی حرمت کو پامال کرتا ہے۔

شہر حرام: قرآن مجید میں اس ماہ مبارک کا ذکر شہر حرام کے عنوان سے کیا گیا ہے، ارشاد باری ہے: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآىِٕدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ.
[سورۂ مائدہ ۹۷]

اللہ نے حرمت والے گھر کعبہ کو، حرمت والے مہینے کو، قربانی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

کے جانور اور نشان زد چوپایوں کو تمھارے لیے دینی اور دنیوی امور کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، اور ایسا اس لیے کیا، تاکہ تمھیں معلوم ہوجائے کہ اللہ آسمان وزمین کی ہر شے کو جانتا ہے، اور اسے ہر شے کا علم ہے۔

اس آیت مبارکہ میں شہر حرام سے ذی الحجہ مراد ہے، کیوں کہ سیاق وسباق میں ان مناسک حج کا ذکر ہے جو اسی ماہ مبارک میں ادا کیے جاتے ہیں، اور اگر اس آیت میں شہر حرام سے چاروں حرمت والے مہینے مراد ہوں تب بھی ماہ ذی الحجہ کی فضیلت بر وجہ اتم ثابت ہوجاتی ہے، کیوں کہ ذی الحجہ بھی انھیں چار حرمت والے مہینوں میں ایک ہے۔

حج کے مہینے: قرآن کریم نے اوقات حج اور احکام حج کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ ۙ وَ لَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؔؕ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ۫ وَ اتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ۔[سورہ بقرہ ۱۹۷:]

حج کے لیے چند مہینے مخصوص ہیں، جو ان مہینوں میں حج کا احرام باندھے اس پر لازم ہے کہ جماع اور مقدمات جماع سے پرہیز کرے، فحش کلامی اور مفسدات احرام سے احتراز کرے، اور کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے، اللہ تمھارے کارہائے خیر کو جانتا ہے، حج میں زاد سفر لے کر چلو، اور بہترین زاد سفر وہ ہے جس کے بہ سبب کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے، اے عقل مندو! مجھ سے ڈرو۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق اشہر حج یعنی حج کے مہینوں میں تین چیزوں سے پرہیز ضروری ہے، اب سوال یہ ہے کہ اشہر حج کیا ہیں، اشہر حج تین ہیں: شوال، ذی قعدہ، اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن، شوال اور ذی قعدہ میں حج کا احرام باندھا جاسکتا ہے، اور حج کی نیت کی جاسکتی ہے، جب کہ حج کا رکن اعظم وقوف عرفہ نویں ذی الحجہ کو ہوگا، اور طواف زیارت ایام نحر میں ہوگا، اسی طرح دیگر مناسک حج ماہ ذی الحجہ ہی میں ادا کیے جائیں گے، اسی مناسبت سے اس ماہ مبارک کو ذی الحجہ یعنی حج کا مہینہ کہا جاتا ہے، اس طرح قرآن کریم نے احکام حج کے باب میں ماہ ذی الحجہ کا ذکر کیا ہے، بلکہ یوں کہیے کہ قرآن کریم نے جہاں بھی حج کا ذکر کیا ہے وہاں گویا اس مہینے کا ذکر کیا ہے، اس لیے کہ حج کا مہینہ یہی ہے۔

ایام حج: اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ ۔[سورہ حج ۲۷-۲۸:]

اے ابراہیم! لوگوں میں حج کا اعلان کردو، اعلان سن کر میرے بندے پاپیادہ اور دور دراز علاقوں سے لاغر اونٹیوں پر سوار ہوکر آئیں گے، اس سفر کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ بیت اللہ پہنچ کر اپنے دینی اور دنیوی فوائد حاصل کریں گے، اور متعین دنوں میں اللہ کر عطا کردہ چوپایوں پر ذبح کے وقت اس کا نام ذکر کریں گے، تو اس سے خود بھی کھاؤ، اور مصیبت زدہ محتاجوں بھی کھلاؤ۔

اس آیت کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے تعمیر کعبہ سے فارغ ہوکر حضرت حق سبحانہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ مولی! میں تیرے گھر کی تعمیر سے فارغ ہوگیا، تو اللہ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں اعلان کردو کہ وہ حج کے لیے آئیں اور میرے گھر کا طواف کریں، حضرت ابراہیم نے کوہ ابوقبیس پر چڑھ کر حج کا اعلان کیا، تو آپ کی آواز اکناف عالم میں پھیل گئی، اور صبح قیامت تک جن کی قسمت میں حج لکھا تھا سب نے اپنے باپ کی صلب سے اور اپنی ماں کے شکم سے لبیک کہا، اور آج بھی لبیک کہتے ہوئے اور تلبیہ پڑھتے ہوئے حج بیت اللہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں، اور پروانہ وار کعبہ کا طواف کرتے ہیں، دنیوی اور اخروی فوائد سے بہرہ ور ہوتے ہیں، اور ایام حج میں اللہ کا خوب ذکر کرتے ہیں۔

ہماری پیش کردہ آیت مبارکہ کا آخری ٹکڑا ہے أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ، اسی ایام معلومات کے متعلق تفسیرات احمدیہ سمیت مختلف تفاسیر میں ہے: والأيام المعلومات عشر ذي الحجة كما هو قول علي وابن عباس والحسن وقتادة وهو مذهب أبي حنيفة. (تفسیرات احمدیہ، ص: ۳۵۰)

یہاں ایام معلومات سے مراد ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں، یہ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت حسن، اور حضرت قتادہ کا قول ہے، اور یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔

اس تفسیر کی روشنی میں بجا طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سورہ حج میں ماہ ذی الحجہ اور اس میں کیے جانے والے اعمال ووظائف کا ذکر ہے۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۔[سورہ بقرہ ۲۰۳]

یعنی متعیّنہ دنوں میں اللہ کا ذکر کرو، جو جلدی کرے اور دو ہی دنوں میں منیٰ سے چلا جائے اس کے لیے کوئی حرج نہیں، اور جو تاخیر سے جائے اس کے لیے بھی کوئی حرج نہیں، اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تمھیں اس کے حضور حاضر ہونا ہے۔

یہاں پر اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ سے ایام تشریق مراد ہیں، جن کی مدت نویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے تیرہویں کی شام تک ہے، یہ دن اللہ رب العزت کی جانب سے خصوصی ضیافت کے ہوتے ہیں، اسی لیے ان ایام میں روزہ رکھنا منع ہے، اور اس خصوصی ضیافت کے شکرانے میں ہر نماز باجماعت کے بعد تکبیر تشریق ضروری ہے، تکبیر تشریق کے علاوہ ہمہ وقت اللہ کی تسبیح لازم وضروری ہے۔

ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ [سورۂ فجر ۴-۱ :]

یعنی قسم ہے روشن صبح کی، قسم ہے دس راتوں کی، قسم ہے جفت اور طاق کی، قسم ہے رات کی جب چلی جائے۔

ان آیات مبارکہ میں پانچ قسمیں ذکر کی گئیں ہیں، ان قسموں کے سلسلے میں کافی اختلاف ہے، البتہ مفسرین کی ایک بڑی جماعت کا موقف یہ ہے کہ لیال عشر سے مراد ماہ ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں، اور فجر سے مراد ابتدائی دس راتوں سے متّصل صبح ہیں، شفع سے مراد یوم النحر ہے، اور وتر سے مراد یوم عرفہ ہے، ان ایام کی قسم یاد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بڑے بابرکت ایام ہیں، اور ان ہی ایام میں مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں۔

ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے چالیس دن: اللہ رب العزت کا فرمان ہے: وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ [سورۂ اعراف:۱۴۲]

ہم نے موسیٰ سے تیس دن کا وعدہ کیا، اور اس میں دس دن کا اضافہ کیا تو چالیس کی مدت پوری ہوگئی۔

اس آیت کریمہ کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا کہ دشمن کی ہلاکت کے بعد تمھیں اللہ کی طرف سے ایک ایسی کتاب لاکر دوں گا جس میں حلال وحرام کا ذکر ہوگا، دشمن کے تباہ وبرباد ہوجانے کے بعد آپ نے اپنے رب سے دعا کی تو حکم ہوا کہ تیس دن روزہ رکھو، آپ نے تیس روزے رکھے، تیس روزوں کے بعد مناجات سے پہلے آپ نے مسواک کرلی، جس سے آپ کے دہان مبارک سے روزہ کی خوشبو ختم ہوگئی، ملائکہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے یہ کیا کردیا؟ ہم تو آپ کے دہن مبارک سے مشک کی خوشبو سونگھا کرتے تھے، مسواک کرنے کے بعد یہ خوشبو زائل ہوگئی، اور ہم آپ کی خوشبو سے محروم ہوگئے، اللہ رب العزت نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ روزہ دار کے منھ کی بو ہمارے نزدیک مشک سے زیادہ بہتر ہے، لہٰذا اس مسواک کے بعد مزید دس دن کے روزے رکھو، تاکہ تمھارے منھ کی خوشبو بحال ہوجائے، پھر ہماری بارگاہ میں مناجات کے لیے آؤ۔

یہ تو اس آیت کریمہ کی شان نزول ہوئی، لیکن ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ آخر وہ کون سے تیس دن تھے جن میں آپ نے روزے رکھے؟ آخر وہ کون سے دس دن تھے جن میں دس اضافی روزوں کا حکم ہوا؟ آخر وہ کون سے چالیس دن تھے جن کو قرآن نے مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ سے تعبیر کیا؟ جس کے بعد شرف ہم کلامی سے نوازا، آپ پر خصوصی تجلی ڈالی، اور علم وحکمت اور وعظ ونصیحت سے لبریز کتاب مقدس توریت بھی عطا فرمائی۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ پیغمبر علم وحکمت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیس روزے ماہ ذی قعدہ میں رکھے، مزید دس روزے ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں رکھے، اس طرح آپ نے ماہ ذی قعدہ اور ماہ ذی الحجہ میں چالیس روزے رکھے، اور انھیں مقدس روزوں کے بعد رب کائنات نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اور انھیں کتاب مبارک توریت عطا فرمائی۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ماہ ذی الحجہ بڑا مقدس اور بابرکت مہینہ ہے، رب کائنات نے اسے شہر حرام بنایا، اور اس میں ہر قسم کے ظلم وگناہ سے منع فرمایا۔ رب کائنات نے اسے شہر حج بنایا اور حاجی کو رفث، فسوق اور جدال سے منع فرمایا۔ رب کائنات نے اسے ذکر وشکر اور قربانی کا مہینہ بنایا۔ رب کائنات نے اس مہینہ کی، اس کے بابرکت شب وروز کی، اور بطور خاص یوم عرفہ اور یوم النحر کی قسم یاد فرمائی۔ یہی نہیں، بلکہ اپنی بارگاہ میں مناجات کے لیے، اپنے دیدار کے لیے، اور اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ کو کتاب حکمت عطا کرنے کے لیے اسی مبارک مہینہ کا انتخاب فرمایا، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ماہ ذی الحجہ صرف زمانۂ اسلام ہی میں نہیں بلکہ سابقہ ادوار میں بھی بڑا مقدس اور بابرکت مہینہ رہا، لہٰذا بندوں پر ضروری ہے کہ اس مبارک مہینہ کی قدر کرتے ہوئے اس ماہ مبارک میں اللہ ورسول کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ماہ ذی الحجہ کی چند اہم خصوصیات: جب ہم ماہ ذی الحجہ پر غور کرتے ہیں تو اس کے دامن میں کچھ ایسی خوبیاں نظر آتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں پائی جاتیں یا بہت کم پائی جاتی ہیں، مثلاً

1- اسلام کی دو مشہور ترین عیدیں ہیں: ایک عید الفطر، دوسری عید الاضحیٰ، عید الفطر تو یکم شوال کو منائی جاتی ہے، جب کہ عید الاضحیٰ اسی ماہ ذی الحجہ میں منائی جاتی ہے، وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ عید الفطر کی ضیافت ایک دن میں اختتام پذیر ہوجاتی ہے، جب کہ عید الاضحیٰ میں ضیافت کا سلسلہ تین دن تک جاری رہتا ہے۔

2- اسلام کے چار اہم ترین ارکان ہیں: نماز، روزہ، حج اور زکات۔ نماز سال بھر بلکہ زندگی بھر ادا کرنا ضروری ہے۔ زکات سال میں کبھی بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ روزے بھی سال بھر رکھے جاسکتے ہیں، فرق اتنا ہے کہ اگر رمضان میں رکھے جائیں تو ادا ہوں گے، غیر رمضان میں رکھے جائیں تو قضا ہوں گے، بہر صورت روزے سال بھر رکھے جاسکتے ہیں اور جب بھی رکھے جائیں درست ہوجائیں گے۔ لیکن حج کا حال باقی ارکان سے بالکل مختلف ہے، کیوں کہ حج ادا ہو کہ قضا، حج اصلی ہو یا حج بدل، حج فرض ہو، حج واجب ہو یا حج نفل، حج قران ہو، حج تمتع ہو یا حج افراد، کسی بھی قسم کا حج ہو سال میں صرف ایک ہی بار ادا ہو سکتا ہے، ایک ہی مہینے میں ادا ہو سکتا ہے، وہ مبارک مہینہ ذی الحجہ ہے، اور یہ اس مہینہ کی ایسی خصوصیت ہے جو دوسروں میں سرے سے نہیں پائی جاتی ہے، شاید اسی وجہ سے اسے ذی الحجہ یعنی حج کا مہینہ کہا جاتا ہے۔

3- یہ نزول قرآن کی تکمیل کا مہینہ ہے، یہ دین اسلام کی تکمیل کا مہینہ ہے، کیوں کہ اسی ماہ مبارک میں آیت کریمہ: اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ نازل ہوئی، بخاری شریف میں حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب سے کسی یہودی نے کہا:

يا أمير المؤمنين آية في كتابكم تقرؤونها لو علينا معشر اليهود نزلت لاتخذنا ذلك اليوم عيدا، قال أي آية؟ قال: اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. قال عمر: قد عرفنا ذلك اليوم والمكان الذي نزلت فيه على النبي ﷺ وهو قائم بعرفة يوم جمعة. (صحیح بخاری، کتاب الایمان، ج:1، ص: 11)

یعنی یہودی نے کہا: آپ کے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر ہمارے حق میں نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس آیت کے نزول کے دن کو عید سمجھتے، اور اسے بطور عید مناتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ حضرت عمر نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ وہ آیت کب نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی، اور وقت نزول رسول گرامی وقار ﷺ کہاں تشریف فرما تھے، پھر حضرت عمر نے فرمایا: یہ آیت مقام عرفہ میں نازل ہوئی اور جمعہ کے دن نازل ہوئی، اس آیت کے نزول کے دن ہم ایک نہیں بلکہ دو دو عید مناتے ہیں، اس لیے کہ ہمارے لیے یوم جمعہ بھی عید ہے، اور یوم عرفہ بھی عید ہے۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مہینہ میں ایک بقر عید ہی نہیں، بلکہ ایک اور عید بھی ہے، وہ ہے عید تکمیل اسلام۔ اگر اس مہینہ کی دسویں کو عید قربانی کا دن ہے تو نویں کو تکمیل نزول قرآن اور تکمیل دین اسلام کی عید کا دن ہے۔

ماہ ذی الحجہ کے فضائل و اعمال: اخیر میں اس ماہ مبارک میں کیے جانے والے بعض اعمال کا ذکر ضروری ہے تاکہ ہم اس ماہ مبارک کی قدر کرتے ہوئے اس کو حتی الوسع نیکیوں میں گزاریں، ویسے تو اس ماہ مبارک کے اعمال و وظائف کی ایک لمبی فہرست ہے، لیکن ہم صرف پانچ بنیادی اور ضروری اعمال و وظائف پیش کریں گے۔

1- اس ماہ مبارک کے ابتدائی ایام کو اس طور پہ گزاریں کہ دن روزوں میں اور رات نوافل میں بسر ہوں، ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کائنات ﷺ نے فرمایا: ما من أيام أحب إلى الله أن يتعبد له فيها من عشر ذي الحجة يعدل صيام كل يوم منها بصيام سنة وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر.

(جامع ترمذی، ابواب الصوم، ج:1، ص:94)

اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں اس کی بندگی کی جائے، اس عشرہ میں ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہوتا ہے، اور ایک رات کا قیام شب قدر میں قیام کے برابر ہوتا ہے، چند دنوں بعد یہ ماہ مبارک ضوفگن ہونے والا ہے، لہذا اس خوب صورت موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے۔ (باقی ص:50 پر)

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

انسانی خون کی خرید وفروخت جائز یا ناجائز؟

سوال: کیاانسانی خون کی خرید وفروخت جائز ہے ؟یعنی انسان کو اپنا خون بیچنا اور دوسرے انسان کا اس خون کو خرید نا حرام ہے یا حلال ؟

جواب: انسانی خون تو بہت ہی اہم اور قیمتی چیز ہے ، جس پر انسانی حیات قائم ہے۔اس کی ناقدری اور خرید وفروخت حرام ہے۔ یہاں تک کہ انسان کے دوسرے اجزا جو خون سے کم اہم ہیں ان کی ناقدری اور خرید وفروخت بھی حرام ہے۔انسان کے سارے اجزا اعظم ومکرم اور قابل تعظیم ہیں۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (الاسراء17،آیت:70)

یعنی ہم نے ابن آدم کو معظم ومکرم بنایا۔

انسان کا ایک ایک عضو قابلِ تکریم ہے یہاں تک کہ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر عورت اپنا دودھ نکال کر دوسرے بچے کے لیے بیچے، خواہ وہ باندی ہی کیوں نہ ہو تو یہ بھی ناجائز ہے۔ اسی طرح کوئی عورت کسی عورت سے بال خرید کر اپنے بالوں میں لگائے تو یہ بھی حرام ہے، پہلے کی عورتیں ایسا کرتی تھیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں انسان کے بال اور اس کے دودھ کی توہین ہے۔

اسی طرح انسان کے خون کو بیچا نہیں جاسکتا، اس کا بیچنا اور خریدنا ناجائز وگناہ ہے۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا یا کسی اور وجہ سے اس کا خون اتنا کم ہو گیا کہ اس کی جان بغیر انسانی خون چڑھائے بچائی نہیں جاسکتی تو انسان کی جان بچانے کے لیے کسی انسان کا خون دینا اور دوسرے انسان کے بدن میں چڑھانا بھی جائز ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ جان بچانا فرض ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کسی کی جان جارہی ہو اور سامنے جان بچانے کے لیے شراب یا مردار ہے اور یہ جانتا ہے کہ شراب کے دو گھونٹ پی لے گا، یا مردار سے دو چار بوٹی کھائے گا تو جان بچ جائے گی تو بقدرِ ضرورت شراب سے پی لینا اور مردار سے کھا لینا حلال ہے، یہاں تک کہ خنزیر کا گوشت ہو تو بھی کھا لینا حلال ہے تاکہ اس کی جان بچ جائے، یہ قرآن پاک سے ثابت ہے۔

اسی طرح انسان کی جان بچانے کے لیے انسان کا خون دینا جائز ہے اور اس کا خون لینا بھی جائز ہے مگر بیچنا ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی آدمی کو انسانی خون پیسہ دیے بغیر نہ ملے تو اس صورت میں مجبوری ہے کہ اپنی جان بچانے کے لیے خریدے مگر خون بیچنے والے کے لیے اب بھی جائز نہیں۔ انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی کی جان جارہی ہو تو آپ اس کو خون دے دیں اور اس کی جان بچائیں، بیچیں نہیں۔ اگر بیچیں گے تو جس کو جان بچانی ہے اس کو تو دام دے کر خرید نا جائز ہو گا، لیکن بیچنا بہر حال ناجائز اور گناہ ہو گا۔

خون کے مختلف گروپ ہوتے ہیں، پھر کوئی خون چڑھانے کے قابل ہوتا ہے اور کوئی اس کے قابل نہیں ہوتا اور وقت ضرورت کسی مریض کو اس کے گروپ کا صالح خون فوراً ملنا مشکل ہوتا ہے اس لیے بڑے اسپتالوں میں مختلف گروپ کے صالح خون جمع کر کے محفوظ رکھتے ہیں وہ خون کے حاصل کرنے پھر محفوظ رکھنے میں وقت اور دوائیں، وغیرہ استعمال کرتے ہیں وہ ان کا مناسب معاوضہ لے سکتے ہیں کہ اس کے بغیر ہر وقت صالح خون کی فراہمی مشکل ہے، اور اپنے کام کا معاوضہ لینا جائز ہے۔ مگر ایسا نہ ہو کہ انسانی خون کی تجارت و کاروبار شروع کر دیں کہ تجارت مال کی ہوتی ہے اور خون مال نہیں۔

واللہ تعالی اعلم

خون دینے اور لینے کا حکم

سوال: کسی کو خون دینا جائز ہے یا نہیں ؟ اور کیا اس میں مسلمان ہونے کی قید ہے ؟

جواب: ایسی کوئی قید نہیں ہے، جان بچانے کے لیے بلا عوض خون دینا اور حاجت مند کو خون لینا دونوں جائز ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں کہ جان جانے کے لیے خون دینا لینا باب

علاج سے ہے اور علاج سب کا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زوجین کا ایک دوسرے کو خون دینا کیسا ہے؟

سوال: کیا شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو خون دے سکتے ہیں؟ اور کیا بلڈ بینک سے خون لیا جا سکتا ہے؟

جواب: ہاں دے سکتے ہیں شوہر کے بدن میں بیوی کا خون اور بیوی کے بدن میں شوہر کا خون چڑھانا جائز ہے اس کی وجہ سے دونوں کے درمیان کوئی حرمت نہیں پیدا ہوگی، دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال رہیں گے۔ بلڈ بینک سے خون لیا جا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

ماڈلنگ کا شرعی حکم

سوال: کیا حکم ہے شریعت کا اس بارے میں کہ جو لوگ فیشن شوز میں ماڈلنگ کرتے ہیں، کپڑے وغیرہ یا دیگر کمپنیوں کے لیے ماڈلنگ کرنے کے لیے پرموڈ کرتے ہیں، اس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شریک ہوتے ہیں ان کا اس طرح شریک ہونا یعنی ماڈل بننا اور لوگوں کو اپنی چال ڈھال اور لباس سے راغب کرنا کیسا ہے؟

جواب: لڑکیوں کا ماڈل بننا اور بنانا اور ان کو ذریعہ بنا کر سامان بیچنا اور اس کو فروغ دینا تو سراسر حرام و گناہ ہے۔ رہ گیا لڑکوں کو اس کام کے لیے استعمال کرنا تو اگر اس میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا جو شریعت کے خلاف ہو، بس ان کو مخصوص قسم کا لباس پہنا کر ان کے ذریعہ اشتہار کرایا جاتا ہے تاکہ لوگ اس طرف راغب ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔ اور اگر انھیں ایسا کوئی لباس پہنایا جاتا ہے جو شریعت طاہرہ کے خلاف ہو جیسے ہاف پینٹ، چڈی وغیرہ تو اس کی نمائش لڑکوں کے ذریعہ بھی حرام ہے۔

یا لڑکے اور لڑکی کے اختلاط کے ساتھ نمائش کرائی جاتی ہے، یا لڑکے کو ایسا لباس پہنا کر اس سے کوئی مخصوص حرکت کرائی جاتی ہے جس سے لڑکیاں اس کی طرف راغب ہوں، کوئی لڑکی اس کی طرف مائل ہوتی ہے، یا اس طرح کی کوئی بھی نمائش و اشتہار ہو تو وہ ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کسی کو بزنس کرنے کے لیے آٹو رکشہ لینا ہو تو کیا وہ لون لے سکتا؟

جواب: ہر چیز کا ایک ہی حکم ہے، چاہے رکشہ ہو یا ٹیکسی، حکم یہ ہے کہ کوئی بھی شخص سال میں بینک کو جو انٹرسٹ دیتا ہے اگر اس سے کئی گنا زیادہ اس کے ذریعے کما لیتا ہے تو اس کے لیے حکومت کے منظور شدہ بینکوں سے لون لینا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ ناجائز تو اس وقت ہوگا جب الگ سے اس کو فاضل رقم انٹریسٹ کے نام پر دینی ہو اور اس کے مقابل یہ فائدہ مند نہ ہو۔ لیکن اگر اس کے مقابل اتنا ہی یا اس سے زیادہ فائدہ ہو تو جائز و درست ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کبھی کبھی دوستوں میں تفریح کے طور پر لین دین کا معاملہ آجاتا ہے میں نے دیکھا ہے کہ دو چار دوست آپس میں تفریح کرتے ہیں اسی درمیان کسی نے مذاق کے طور پر کہا تو یہ پانچ سو روپے، یا پچاس روپے مجھے دیدے اور وہ دے بھی دیتا ہے۔ مگر یہ مذاق میں ہوتا ہے بعد میں دینے والا وصول کر لیتا ہے اور لینے والا چوں کہ یہ جانتا ہے کہ یہ اسی کا روپیہ ہے اس لیے اس کو دے دیتا ہے۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: تفریح میں دینا یا مذاق میں ہبہ کرنا حقیقت میں ہبہ ہے، اگر کسی نے دوسرے کو مذاق یا تفریح میں کچھ ہبہ کر دیا اور دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا تو وہ اب اس کا مالک ہو گیا اب اگر اس سے لیں گے تو یہ لینا جائز نہ ہوگا اگر چہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے دے دیا۔ اور آپ نے لے لیا، اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے اور اس کے فرشتے تو جانتے ہیں۔ دونوں کا یہ عمل فرشتوں کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے، جب قیامت کے دن اپنا اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے تو اس میں لکھا ہوگا کہ یہ تمھاری ملک ہے اس لیے وہ اس کا مطالبہ کرے گا اور اس وقت آپ کے پاس پیسہ نہیں ہوگا تو آپ کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی، اور اگر آپ کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کا گناہ آپ کے سر لاد دیا جائے گا، یہ کتنی سخت اور دل دہلا دینے والی بات ہے کہ قیامت کے دن جب نیکیوں کی زیادہ ضرورت ہوگی وہ دوسروں کو دے دی جائیں گی، یا پھر دوسرے کے گناہ اپنے سر ڈال دیے جائیں گے، اللہ کی پناہ۔ اس لیے ہرگز ہرگز دوسرے کا مال نہیں دبانا چاہیے، اور اگر آپ کسی کو دینا چاہتے ہیں تو حقیقت میں دیں، اچھی نیت سے دیں، اور اگر نہیں دینا چاہتے ہیں تو تفریح اور مذاق میں بھی ہرگز نہ دیں اور اگر تفریح یا ہنسی مذاق میں کسی کو دے چکے ہوں تو خدارا ہرگز ہرگز اس کو واپس نہ لیں اور واپس لے چکے ہوں تو معاف کرا لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

***

فکر امروز

معاشرے کی بربادی کے اسباب و عوامل

محمد قمر انجم قادری فیضی

معاشرہ افراد کے ایک ایسے گروہ کو کہا جاتا ہے کہ جس کی بنیادی ضروریات زندگی میں ایک دوسرے سے مشترکہ روابط موجود ہوں اور معاشرے کی تعریف کے مطابق یہ لازمی نہیں کہ انکا تعلق ایک ہی قوم یا ایک ہی مذہب سے ہو۔ جب کسی خاص قوم یا مذہب کی تاریخ کے حوالے سے بات کی جاتی ہے تو پھر عام طور پر اسا نام معاشرے کے ساتھ اضافہ کردیا جاتا ہے جیسے ہندوستانی معاشرہ مغربی معاشرہ یا اسلامی معاشرہ ایک پاکیزہ معاشرے کی پہچان یہ ہے کہ اس میں رہنے والے افراد کا وہ رویہ اور طرزِ عمل ہوتا ہے، جس میں اعتدال و توازن، ہمدردی، بھائی چارگی، اخوت و محبت، انسانی حقوق کی پاس داری، اور بالخصوص جان مال عزّت وعصمت کا تحفظ یقینی پایا جائے۔ اخلاقی بنیادوں پر قائم ہونے والے ایک صالح معاشرے کا ترقی پذیر ہونا ایک عقلی تقاضا ہے کیوں کہ جس معیشت، معاشرت، اور قانون و ثقافت، تہذیب و تمدن کی اساس حقوق و فرائض کی ادائیگی پر منحصر ہوگی، وہ پس ماندہ مفلس اور اخلاقی بیماریوں دھوکا دہی جھوٹ فریب، مکاری، عیاری چوری، بے حیائی اور فحاشی کا مرکز نہیں ہو سکتا۔ امر بالمعروف بر، خیر، فلاح، حیا، نیکی، ایفائے عہد، معاشی اخلاقی اور قانونی پیمانوں کا احترام لازم و ضروری ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے باوجود صدیوں تک مسلم معاشرہ اپنی اخلاقی برتری، ذمہ دارانہ طرزِ عمل، حیا اور ایمان داری کے لیے مثال بنا رہا۔ اگست 1947ء میں سیاسی آزادی کے حصول سے قبل بازار میں اگر کبھی کسی مسلمان گراہک نے ایک ہندو ساہوکار سے کہا کہ 'فلاں دوکان پر اس شئی کی قیمت اتنی کم ہے تو اس نے جواب میں صرف ایک ہی بات کہی، میاں آپ کہتے ہیں تو ایسا ہی ہوگا آپ اسی قیمت پر یہ چیز لے سکتے ہیں۔ گویا مسلمان کی پہچان سچائی اور امانت داری سے منسلک تھی، جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے واضح و تابناک ہے کہ "جس میں امانت نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ (مسند احمد، 271/4، حدیث: 12386)

لیکن یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ سیاسی و جغرافیائی آزادی کے حصول کے ساتھ ہی ہم نے اپنے روایتی رویوں اور طرزِ عمل سے بھی، جو ہماری پہچان تھے، آزادی حاصل کرلی اور گذشتہ دو دہائیوں میں اس کے زہریلے پھل ہمارے سامنے آنے لگے، ملک کے ہر حصے میں بچوں کے ساتھ زیادتی، خواتین کی بے حُرمتی، خودکشی، قتل و غارت گری، ظلم و تشدد اور نشہ آور اشیا کے کاروبار اور بڑھتے ہوئے استعمال کے ساتھ شیطانی مافیاؤں کا وجود پکار پکار کر ہمارے قومی ضمیر سے مطالبہ کررہا ہے کہ اس غیر ذمے دارانہ بلکہ مجرمانہ غفلت کا انفرادی و اجتماعی احتساب کرتے ہوئے ان اسباب کو دُور کیا جائے، جو ان شرمناک واقعات کے پیچھے کار فرما ہیں۔ ویسے تو آج ہمارے معاشرے میں بربادی کے کئی اسباب و عامل کار فرما ہیں، مگر میرے مطالعے کی روشنی میں ان میں سب سے اہم اور خاص اسباب اور اسکے عوامل مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) گھر اور خاندان -

ان اسباب میں سب سے اوّلین چیز والدین کی غفلت اور ذمہ داری سے فرار ہے۔ معاشی دوڑ میں گرفتار شوہر اور بیوی اپنے آپ کو نہ صرف اپنے بچوں بلکہ پورے خاندان (دادا، دادی، چچا، تایا، نانا، ماموں، خالہ و دیگر) سے پہلے ہی آزاد کرچکے ہیں۔ پھر دو تنخواہوں کی طلب میں ان کے پاس صبح سے شام تک ملازمت میں مصروفیت کے بعد اتنا وقت نہیں بچتا کہ وہ سکون کے ساتھ موقع اور محل کے لحاظ سے بچوں کے ساتھ بات چیت کرسکیں یا ان کے ساتھ کچھ وقت چہل قدمی کرتے ہوئے یا انھیں کسی قریبی مسجد تک لے جاتے ہوئے یہ پوچھ سکیں کہ انھوں نے اپنے سکول یا کالج میں دن کیسے گزارا، دوستوں

qamaranjumfaizy@gmail.com

سے کیابات چیت کی؟کلاس میں ان کا درجہ اوّلین پانچ طلبہ میں ہے یا وہ سب سے آخری درجے پر ہیں؟ بچوں کی تربیت اور ان کے فکر اور اخلاق و معاملات کی اصلاح میں والدین کا کردار بڑی تیزی سے ختم ہوتا جارہا ہے۔ ستم یہ ہے کہ اخلاقی نصیحت تو ایک طرف، اُن معاملات پر بھی بات کا وقت نہیں ملتا کہ جن پر والدین اپنی محنت کی کمائی صَرف کرکے اپنے بچوں کی فیسیں ادا کر رہے ہیں۔ خاندان کا نظام سکڑ کر ماں، باپ اور بچوں تک محدود ہو گیا ہے اور ان برکتوں سے محروم ہوچکا ہے، جو گھر میں دادا، دادی، نانا نانی اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے دن رات رابطے اور سیکھنے کے مواقع فراہم کرتا تھا۔

(2)تعلیم گاہ -

جو تعلیمی نظام ہم نے ورثے میں انگریز سامراج سے پایا تھا اور جس کا مقصد ہی ہماری نئی نسلوں کو اپنے دین، اپنی تہذیب اور اپنی تاریخ سے کاٹ کر مغرب کی نقالی کے لیے تیار کرنا تھا، آزادی ملنے کے باوجود نہ صرف اسے جاری رکھا ہے بلکہ اسے بہت زیادہ بگاڑ بھی لیا ہے، حالاں کہ اُسے درست کرکے اسلامی، تہذیبی، قومی اور عصری ضروریات کے مطابق ڈھالنا تھا۔ چنانچہ یہ تعلیمی ادارے ایک دانشور کے الفاظ میں تعلیم گاہوں سے زیادہ قتل گاہیں ثابت ہورہے ہیں۔ اسکولوں کے نصاب میں مغرب سے مستعار لی گئیں کتب جو لادینی ذہن پیدا کرتی ہیں، ہم نے ان کی متبادل کتب تیار کرنے کی کوئی فکر نہیں کی، نہ اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا، نہ طلبہ و طالبات کو قرآن وسنت کے فراہم کردہ اخلاقی رویوں سے روشناس کرایا اور یہ سمجھ لیا کہ ہر پیدائشی مسلمان ایمان داری، ایفائے عہد، شرم وحیا اور صداقت و امانت پر خود بہ خود عمل کرنے والا ہو جائے گا۔ ایک غلط مفروضے پر قائم توقعات کا نتیجہ کرپشن، بے ایمان، بے شرم، امانت میں خیانت کرنے والا، دھوکا دہی، اپنے مال کو ناجائز استعمال کرنے کے علاوہ اور کیا ہوسکتا تھا؟

(3)ابلاغ عامہ سوشل میڈیا -

یہی شکل ہمارے ابلاغ عامہ کی ہے، خصوصیت سے گذشتہ 10 برسوں میں آزادیِ صحافت اور آزادیِ اظہار کے نام پر جس طرح تھوک کے بھاؤ ٹی وی چینل، سوشل میڈیا، یوٹوبر کاروباری بنیادوں پر حکومت اور سرمایہ داروں کی سرپرستی میں قائم ہوئے اور انھوں نے ہر جانب سے مغربی اور ہندو تہذیب و ثقافت، الحاد و دہریت اور جنسی مساوات کے نام پر جنسی اخلاقیات کی پامالی کو اپنا مقصد قرار دے کر نوجوانوں بچوں وبچیوں کو اپنا ہدف بنایا۔ اور ٹک ٹاک سے لے کر فیس بک پر رقص کرنا، جسم کی نمائش کرنا یہ صرف تفریح کے پروگراموں ہی کا خاصہ نہیں، بلکہ دُکھ کی بات یہ ہے ان کی لپیٹ میں پورا معاشرہ آچکا ہے، نوجوان بچے بچیاں ٹک ٹاک، ریلز بناکر کامیابی کے شارٹ کٹ راستے پر چل رہے ہیں، ہمارے نوجوان، رات دن گیم پب جی، فری فائر وغیرہ کھیل کر گذار رہے ہیں، ڈراموں میں مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط، جسم کے خدوخال کی نمائش اور اشتہارات میں عورت کا تجارتی استحصال ہر ٹی وی چینل، ویڈیو کی ضرورت بن گیا ہے۔ اس ماحول میں اگر ایک شخص خود کو پڑھا لکھا، نیم مسلم معاشرے کے اعلیٰ طبقے سے وابستہ سمجھتے ہوئے، کسی ایسے ہی طبقے کی خاتون سے غیر اخلاقی تعلقات قائم کرتا ہے اور پھر اس خاتون کو اذیت ناک طریقے سے قتل کر دیتا ہے، تو جہاں وہ اس گھناؤنے جرم کا ذمہ دار ہے، وہاں دوسری طرف ان تمام عوامل پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جو اس شخص کو اخلاقی بے راہ روی کی طرف لے جانے پر اُکساتے رہتے ہیں، یعنی تعلیم، والدین کی عدم توجہی، ابلاغِ عامہ اور خصوصاً علما، مشائخ اور اساتذہ کی طرف سے عصری مسائل و معاملات پر خاموشی۔ قرآن کریم نے بنی اسرائیل اور نصاریٰ کی گمراہی وفحاشی میں مبتلا ہونے کا ایک سبب ان کے علماء اور راہبوں کو قرار دیا، جنھوں نے یہ جاننے کے باوجود کہ لوگ حرام کھا رہے ہیں، حرام کا ارتکاب کر رہے ہیں اور بے حیائی میں مبتلا ہیں، مصلحت آمیز خاموشی اختیار کی اور اس طرح عملاً بُرے اعمال میں ان کی مدد کی۔

(4) بچوں میں دینی تعلیم و تربیت کا فقدان -

اِن دنوں ہم عصری تعلیم کو اس قدر اہمیت دے رہے ہیں کہ بچوں اور بچیوں کو بالغ ہونے کے باوجود اس لیے نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کروایا جاتا، روزہ نہیں رکھوایا جاتا اور قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرائی جاتی کیونکہ ان کو اسکول جانا ہے، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے، امتحان کی تیاری کرنی ہے وغیرہ وغیرہ، یعنی

دنیاوی تعلیم کے لیے ہر طرح کی جان ومال اور وقت کی قربانی دینا آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ جو طلبہ عصری درس گاہوں سے پڑھ کر نکل رہے ہیں اُن میں سے ایک بڑی تعداد دین کے ضروری مسائل سے ناواقف ہوتی ہے۔ یقیناً ہم اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر اور پروفیسر بنائیں لیکن سب سے قبل ان کو مسلمان بنائیں۔ لہٰذا اسلام کے بنیادی ارکان کی ضروری معلومات کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی سیرت اور اسلامی تاریخ سے ان کو ضرور بالضرور روشناس کرائیں۔ اگر ہمارا بچہ ڈاکٹر یا انجینئر یا لیکچرار بنا لیکن شریعت اسلامیہ کے بنیادی احکام سے ناواقف ہے تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمیں جواب دینا ہوگا۔ قرآن و حدیث میں علم کی اہمیت پر بار بار تاکید فرمائی گئی ہے، حتیٰ کہ پہلی وحی کا پہلا لفظ "اقرأ" بھی اسی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ مگر عصر حاضر میں ہم نے اِن تمام آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کا تعلق عملی طور پر خالص دنیاوی تعلیم یعنی عصری سے جوڑ دیا ہے حالاں کہ قرآن و حدیث میں جہاں جہاں بھی علم کا ذکر آیا ہے، وہاں وضاحت موجود ہے کہ اُسی علم سے دونوں جہاں میں بلند واعلیٰ مقام ملے گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو، جو تقدیر پر ایمان کی تعلیم دیتا ہو اور جس کے ذریعہ انسان اپنے حقیقی خالق ومالک و رازق کو پہچانے، اور ظاہر ہے کہ یہ کیفیت قرآن و حدیث اور اِن دونوں علوم سے ماخوذ علم سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

(5) بے پردہ خواتین و بچیاں۔

موجودہ دور میں انتہائی چست لباس کا استعمال اور سر کو مکمل نہ ڈھانپنا سینہ پر چادر کا نہ ہونا گناہ کو براہ راست دعوت دینے اور شیطان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے برابر ہے۔ پردہ ہر دور میں عورت کے لیے مکمل تحفظ اور مکمل کامیابی کی ضمانت رہا ہے عورت کے لیے اپنے سر اور چہرہ کو چادر میں چھپانا لازم ہے آج کے جدید دور میں پردہ کی بہت سی اقسام مثلاً برقع، اسکارف، موزے، دستانے اور دیگر لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ان تمام صورتوں میں عورت کی سہولت کو ہی مد نظر رکھا گیا ہے۔ اپنی بچیوں کو زیب و زینت کے ساتھ بے پردہ گھومنے کی اجازت نہ دی جائے۔

[عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ]. (سنن ابی داود: 1833)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے 'وہ فرماتی ہیں کہ (حج کے دوران) قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھیں، پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول دیتی تھیں۔

حالاں کہ حالت احرام میں چہرہ کا کھولنا واجب ہے لیکن ایک عمومی واجب پر عمل کرنے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی احرام کے واجب کو ترک کر دیتی تھیں، ورنہ اگر چہرہ کا پردہ عام حالت میں صرف مستحب ہوتا تو استحباب کے لیے صحابیات اور خاص طور سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ترک واجب نہ ترک کرتیں۔ لہٰذا معاشرے کی بہتری اور اسلام کی سربلندی کیلیے ہم سب کو اپنی اپنی جگہ پر اپنا کلیدی کردار ادا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ والدین بچوں کے لباس اور گفتگو پر خصوصی توجہ دیں تو کافی حد تک ان مسائل کا حل ممکن ہے۔

(6) رشوت خوری۔

اپنے جائز یا ناجائز مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اہل منصب کو روپے یا کوئی دوسری چیز پیش کرنا رشوت کہلاتا ہے۔ موجودہ دور میں اس لین دین کو ہدیہ یا نذرانہ کا خوبصورت نام دیا جاتا ہے لیکن در حقیقت یہ رشوت ہے رشوت کی مذمت اور اس کے لینے اور دینے والوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی سخت وعیدیں کی ہیں، چنانچہ فرمان رسول ہے

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابوداود: 3580، القضاء- سنن الترمذي

:1337،الأحکام-سنن ابن ماجہ :2313،الأحکام)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رشوت لینے اور دینے والا دونوں ہی دوزخ میں جائیں گے۔

(الطبرانی الکبیر-مجمع الزوائد:199/4، بروایت ابن عمرو)

اسلام کی نظر میں جس طرح رشوت لینے اور دینے والا ملعون اور دوزخی ہے اسی طرح اس معاملہ کی دلالی کرنے والا بھی حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں ملعون ہے۔ صحابی رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے اور رشوت کی دلالی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ قاضی کا کسی سے رشوت لے کر اس کے حق میں فیصلہ کرنا کفر کے برابر ہے، اور عام لوگوں کا ایک دوسرے سے رشوت لینا حرام ناپاک کمائی ہے۔ رشوت دینے کی گنجائش کب ہو سکتی ہے؟ ایک شخص کا حق ہے کہ جو اسے ملنا چاہیے، رشوت دیئے بغیر نہیں ملے گا، یا اتنی دیر سے ملے گا جس میں اسے غیر معمولی مشقت برداشت کرنی پڑے گی۔ اسی طرح اس کے اوپر کسی فرد کی طرف سے ظالمانہ مطالبات عائد ہو گئے ہیں اور رشوت دیئے بغیر ان سے خلاصی مشکل ہے تو امید ہے کہ رشوت دینے والا شخص گناہگار نہ ہوگا، البتہ دیانت شرط ہے جس کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی۔

(7) سود یعنی انسانوں کو ہلاک کرنے والا گناہ۔

سود کی حرمت قرآن وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہے، جس کے حرام ہونے پر پوری امت مسلمہ متفق ہے۔ سب سے پہلے سمجھیں کہ سود کیا ہے؟ وزن کی جانے والی یا کسی پیمانے سے ناپے جانے والی ایک جنس کی چیزیں اور روپئے وغیرہ میں دو آدمیوں کا اس طرح معاملہ کرنا کہ ایک کو عوض کچھ زائد دینا پڑتا ہو "ربا" اور "سود" کہلاتا ہے۔ جس وقت قرآن کریم نے سود کو حرام قرار دیا اس وقت عربوں میں سود کا لین دین عام، متعارف اور مشہور تھا، اور اُس وقت سود اُسے کہا جاتا تھا کہ کسی شخص کو زیادہ رقم کے مطالبہ کے ساتھ قرض دیا جائے خواہ لینے والا اپنے ذاتی اخراجات کے لیے قرض لے رہا ہو یا پھر تجارت کی غرض سے، نیز وہ صرف ایک مرتبہ کا سود ہو یا سود پر سود۔ مثلاً زید نے بکر کو ایک ماہ کے لیے 100 روپئے بطور قرض اس شرط پر دئے کہ وہ 125 روپئے واپس کرے، تو یہ سود ہے۔ بینک میں جمع شدہ رقم پر پہلے سے متعین شرح پر بینک جو اضافی رقم دیتا ہے وہ بھی سود ہے آج کل سود پر رقم دینا عام ہو گیا ہے اور اس کی حرمت سے عوام بلکہ خاص مسلمان بھی چشم پوشی کر رہے ہیں، بعض لوگ اس کو منافع کے نام پر وصول کر رہے ہیں، بہر حال فی زمانہ سود کا چلن بھی عام ہو گیا ہے اور اب اس کو لعنت یا حرام نہیں سمجھا جا رہا ہے بلکہ مختلف بہانوں سے اور مختلف نام دے کر اس کا استعمال ہو رہا ہے۔

(8) حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی۔

عن ابي هريرة ، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: اتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع، فقال: "إن المفلس من امتي ياتي يوم القيامة بصلاة، وصيام، وزكاة، وياتي قد شتم هذا، وقذف هذا، واكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل ان يقضى ما عليه اخذ من خطاياهم، فطرحت عليه ثم طرح في النار:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ :

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی پیسہ اور دنیا کا سامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز، روزہ، زکوٰۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (ان حقوق کے بقدر) والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں حق داروں اور مظلوموں کے گناہ

(جو انھوں نے دنیا میں کیے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

(سنن ترمذي/کتاب صفة القيامة والرقائق والورع/حدیث:2418)

جن کبیرہ گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی، ان میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا، (ان شاء اللہ) لیکن اگر گناہوں کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے مثلاً کسی شخص کا سامان چرایا یا کسی شخص کو تکلیف دی یا کسی کو گالی دی یا کسی شخص کا حق مارا تو قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی معافی کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ جس بندے کا حق ہے، اس کا حق ادا کیا جائے یا اس سے حق معاف کروایا جائے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ واستغفار کے لیے رجوع کیا جائے۔

(9) معاشرے کے ہر ایک فرد کا کردار۔

عن ابي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدين النصيحة، ثلاث مرار، قالوا: يا رسول الله، لمن؟ قال: لله، ولكتابه، ولائمة المسلمين، وعامتهم. (سنن ترمذی/کتاب البر والصلة/حدیث:1926)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: "دین سراپا خیر خواہی ہے"، لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کس کے لیے؟ فرمایا: "اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ (حکمرانوں) اور عام مسلمانوں کے لیے"۔

عربی میں نصیحہ سے صرف خیر خواہی ہی مراد نہیں بلکہ صحیح بنیادوں پر تعلق استوار کرنا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی کتاب اور اس کے رسول سے خیر خواہی کے معنی ان پر حقیقی ایمان، ان سے گہرا تعلق، اور اس ایمان اور تعلق کے تقاضوں کی صحیح ادائیگی ہے۔ یہ ہر فرد کے لیے لازم ہے جو مسلمان ہونے کا دعوے دار ہے۔ سب سے بنیادی چیز اللہ کی ہدایت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی روشنی میں خود سادہ زندگی گزارنا اور معاشرے اور زندگی کے پورے نظام کی اس کے مطابق تشکیل کو اپنی زندگی کا مقصد اور سعی وجہد کا محور بنانا ہے۔ قیادت سے خیر خواہی جہاں حق بات اُن تک پہنچانے، صحیح مشورہ دینے، معروف میں اطاعت کرنے پر مشتمل ہے، وہیں اصلاحِ احوال کے لیے ان میں غلطی اور ناروا رویے پر تنقید و احتساب بھی اس کا اہم حصہ ہے۔ اور عامۃ الناس کے لیے خیر خواہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے عبارت ہے تاکہ معاشرہ اسلام کی برکتوں سے مالا مال ہو سکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد، دُنیا اور آخرت میں ہر شخص کے لیے اس کی ذمہ داری کے بارے میں جواب دہی کا اصول مقرر فرماتا ہے۔ اسلامی معاشرے کی نمایاں خصوصیت صحت مند احتساب، قانون کی حکمرانی، بے لاگ انصاف، خیر کی حوصلہ افزائی اور شر کی سرکوبی ہے۔ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی جامعیت کے ساتھ اپنے اس ارشاد میں اُمت کے لیے مشعلِ راہ بنایا ہے:

قَالَ: اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِىْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَّهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِىَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالْخَادِمُ فِىْ مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ اَلَا فَكُلُّكُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ (بخاری، کتاب الاستقراض، باب العبد، راعٍ فی مال سیده، حدیث:2300)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! کہ تم میں سے ہر شخص چرواہا ہے، اور تم میں سے ہر ایک شخص سے اپنی رعیت کے بارے میں باز پُرس ہوگی۔ وہ امام جو لوگوں پر نگران ہے، اس سے رعیت کے متعلق باز پُرس ہوگی، اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچے کی نگران ہے، اس (عورت) سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا، کسی شخص کا غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے تو اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا۔ سن لو کہ تم میں سے ہر شخص چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

قارئین کرام: یہ تو چند چیزیں ہم نے ذکر کی ہیں، اگر تفصیل سے معاشرے کی بربادی پر نظر کی جائے تو دفتر کے دفتر تیار ہو جائیں۔

****

شعاعیں

”میں ہی خدمتِ دین کر رہا ہوں“

شیخ اسید الحق قادری بدایونی کے مضمون سے چند فکر انگیز اقتباسات

بلال احمد نظامی مندسوری

اہل علم کا ایک طبقہ خوش فہمی کی جنت میں بسیرا کرتے ہوئے یہ سوچتا اور سمجھتا ہے کہ میں ہی اصل میں خدمت دین کر رہا ہوں باقی سب وقت گزاری کر رہے ہیں، میرا کام اہم ہے باقی دیگر کے کام غیر اہم اور فضول ہے۔ یہ طبقہ دیگر خادمینِ دین کی خدمات کو حقیر اور کمتر سمجھتا ہے اور ذہنی طور پر ان کے کام کو دینی خدمات کے خانے میں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے، حالاں کہ تمام خادمینِ دین کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

اس تعلق سے حضرت علامہ شیخ اسید الحق قادری کے ایک فکر انگیز مضمون کے کچھ حصے نذر قارئین ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

آج جو آدمی جس میدان میں دینی خدمات انجام دے رہا ہے اس کی نظر میں دین کے لیے کرنے کا صرف وہی کام ہے، اگر کوئی کسی اور ذریعے سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے تو پہلا شخص اس کے کام کو ”دینی کام“ ماننے کو تیار نہیں ہے، یا کم از کم یہ کہ اس کے کام کی اہمیت تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہے، پہلے شخص کا اصرار ہے کہ جس کام کو میں دینی کام سمجھ کر انجام دے رہا ہوں اب دینی خدمات سے وابستہ تمام افراد وہی کام کریں اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے بلکہ کسی اور ذریعے سے دینی خدمات انجام دے رہے ہیں تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں بلکہ اس کی نظر میں وہ دین کے مخلص بھی نہیں ہیں اور اپنی دینی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر رہے ہیں، یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے ذاتی طور پر اس قسم کے حالات کا تجربہ ہے اور ایسی محدود فکر رکھنے والوں سے براہ راست میرا خود سابقہ پڑ چکا ہے۔

ابھی دو تین سال پہلے ہماری ایک معروف دعوتی اور اصلاحی تنظیم کے دو تین پر جوش نوجوان میرے پاس آئے اور ایک طویل تمہید کے بعد فرمایا کہ اللہ نے آپ کو علمی صلاحیت اور وسائل ہر چیز سے نوازا ہے لہذا آپ فلاں تنظیم کے طرز پر ایک دعوتی اور اصلاحی جماعت تشکیل دیں تاکہ آپ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکیں، یا پھر ہماری تنظیم کے ساتھ مخلصانہ تعاون پیش کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں اور وسائل کو دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔ اس ناصحانہ اور بزرگانہ گفتگو کو میں نے پورے تحمل سے سنا اور ان کو جواب دیا کہ میں اپنے ناقص علم اور محدود وسائل کے ذریعے دین کی جو بھی تھوڑی بہت خدمت کر سکتا ہوں اس میں اللہ کے فضل سے کوتاہی نہیں کرتا، میں نے اپنی مصروفیات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرنے کے بعد کہا کہ رہی یہ بات کی میں بھی آپ کی تنظیم میں شامل ہو جاؤں تو پھر جو کام میں کر رہا ہوں وہ کون کرے گا؟ اور پھر یہ کہ آپ کے ساتھ تو پہلے ہی سے بعض اہل علم اور مخلص حضرات کام کر ہی رہے ہیں پھر میرے اس جماعت میں شامل ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

ابھی کچھ ماہ پہلے ایک دار العلوم میں جانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو درس نظامی کے ایک منجھے ہوئے مدرس ہیں، انھوں نے میری مصروفیات کے بارے میں سوال کیا تو میں نے چند جملوں میں اپنی قلمی مصروفیات کے بارے میں ان کو بتایا، میرا جواب سن کر ان کے چہرے پر ایک عجیب قسم کی مسکراہٹ مچل گئی، میں فوراً ان کی اس حقارت آمیز مسکراہٹ کا سبب جان گیا اور میں نے پہلو بدلے بغیر ان کو بتایا کہ میں مدرسہ قادریہ بدایوں میں باقاعدہ تدریسی خدمات انجام دیتا ہوں... یہ سن کر انھوں نے فرمایا کہ ہاں یہ ہے بنیادی کام ورنہ اگر صرف ماہناموں میں مضمون ہی لکھتے رہتے تو آپ کی سب صلاحیتیں ضائع ہو جائیں گی، میں نے ان کے اس تبصرے پر کوئی تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

اسی ضمن میں چند مثالیں اور پیش کرنے کے بعد شیخ صاحب لکھتے ہیں:

ان تمام مثالوں میں بنیادی نکتہ یہی ہے کہ آدمی خود جو کام کر رہا ہے اسی کو وہ صحیح معنوں میں کام سمجھتا ہے، باقی لوگوں کے کام کو یا تو وہ دینی کام ہی نہیں سمجھتا ہے یا پھر اس کام کی اہمیت و ضرورت تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ مجھے یہ بات تسلیم ہے کہ بعض حضرات کبھی کسی غیر اہم کام میں اپنی قیمتی صلاحیتیں صرف کر دیتے ہیں، جب کہ ان سے اس سے زیادہ اہم کام کی توقع کی جا سکتی ہے، یہ بھی درست ہے کہ بعض لوگ صلاحیت اور وسائل کے باوجود اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتتے ہیں، اور یہ بھی درست ہے کہ بعض افراد، ان کی صلاحیتیں، ان کے وسائل، اور حالات کے پیش نظر بعض کاموں کو زیادہ اہم، اہم، کم اہم اور غیر اہم قرار دیا جا سکتا ہے لیکن بیک جنبش قلم کسی کے کام کو ”دینی کام“ کے زمرے سے خارج کر دینا کوئی انصاف کی بات نہیں ہے، حالاں کہ ہم آئے دن اس قسم کی ”نا انصافیوں“ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ہمارے اندر کشادہ قلبی ہونا چاہیے، حالات کا گہرائی سے جائزہ لینے کا شعور ہونا چاہیے، دینی کام کرنے والوں کے درمیان اتحاد عمل نہیں بلکہ اشتراک عمل کی بنیادوں پر ہم آہنگی ہونا چاہیے، تمام افراد اگر ایک ہی کام کے پیچھے پڑ جائیں اور باقی سارے کاموں کو غیر ضروری اور غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا جائے تو پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا، ترجیحی بنیادوں پر کام کی اہمیت کا تعین کیا جائے، جس کام کی جہاں اور جس قدر ضرورت ہو اس کے مطابق کرنا چاہیے اسی میں ہماری کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ (تحقیق و تفہیم 269)

شعاعیں

گناہوں سے توبہ

محمد فداء المصطفیٰ

رمضان المبارک کا مقدس اور پیارا مہینہ ہمارے لیے رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی مہینہ ہے اور ہم اس کے پہلے عشرہ میں ربِ ذوالجلال کی بارگاہ میں رحمت ،دوسرے عشرہ میں مغفرت اور تیسرے عشرہ میں جہنم سے آزادی طلب کرتے ہیں،اور وہ رحیم و کریم پروردگارِ عالم ہماری دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ ہم مسلمانوں کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تائب ہونا چاہئے اور اپنے گناہوں کی معافی کے لے ہمہ وقت کوشاں رہنا چاہیے کیوں کہ استغفار اس دنیاے فانی میں بندۂ مومن کے لیے ایک ایسا عمل ہے جس سے ہر مومن بندہ دونوں جہاں کی سعادتوں سے مالامال ہوجاتا ہے اور اس کے حق میں نیکیاں میسر آتی ہے۔اگر ایک مسلمان شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاگو ہوتا ہے تو اللہ رب العزت اس بندے کی ساری خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے ،اس کی تمام حاجات کو پورا کرتا ہے،اس کی فریاد کو سنتا ہے اور اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما کر اس کے حق میں ثواب لکھ دیتا ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری حدیث ہے"التائب من الذنب کمن لا ذنب له" کے گناہوں سے توبہ کرنے والا شخص اس طرح ہے جیسا کہ اس کے ایک بھی گناہ باقی نہ ہو۔

مگر افسوس صد افسوس!آج ہم گناہوں کے سمندر میں غرق ہیں۔قدم قدم پر رب کریم کی نافرمانیاں کر رہے ہیں۔ہماری صبح، ہماری شام، ہماری رات معصیتوں سے آلودہ ہیں۔نفس و شیطان کے چنگل میں پھنس کر ہم اپنے رحیم و مہربان پروردگار کی بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔دنیا کی محبت نے ہمیں آخرت سے غافل کر رکھا ہے۔اس فانی،عارضی اور ختم ہوجانے والی زندگی کو ہم نے اپنا مطمحِ نظر بنایا ہوا ہے۔ خوفِ خدا، فکرِ آخرت اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا احساس معدوم ہوتا جا رہا ہے۔نتیجہ سامنے ہے۔کثرتِ ذنوب نے ہم پر آفات وبلیات اور مصائب وآلام کے وہ پہاڑ توڑے کہ الامان والحفیظ۔

حالاں کہ کتاب وسنت ہمیں اس بات سے آگاہ کرتے ہیں کہ انبیاے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ کوئی فردِ بشر معصوم نہیں۔ ہر انسان سے خطا، لغزش اور غلطی کا صدور ہو سکتا ہے، لیکن بہترین خطار کار وہ ہے جو اپنے کیے پر نادم و شرم سار ہو، جسے اس حقیقت کا احساس ہو کہ میرا ہر عمل محفوظ کر لیا گیا ہے اور میرا رب مجھ سے اس بارے میں یقیناً پوچھے گا۔ یہی وجہ ہے صاحبانِ ایمان کو بار بار گناہوں کے "تریاق" کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی دسیوں آیاتِ مبارکہ توبہ و استغفار کی اہمیت بیان کرتی ہیں، سیکڑوں احادیثِ مبارکہ میں انابت اور رجوع الی اللہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بندہ گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد مایوس و پریشان ہو جائے،بلکہ کتابِ مبین میں خطاکاروں کے واسطے صاف صاف اعلان کر دیا گیا ہے:"اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔"

پھر سچے دل سے استغفار و توبہ اور باری تعالیٰ کے سامنے اقرارِ معصیت کی خیر و برکات دونوں جہانوں میں نصیب ہوتی ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"جو کوئی استغفار کو لازم پکڑے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی میں آسانی، ہر غم سے دوری (کا سامان) پیدا فرمائیگا اور اُسے ایسی جگہ سے رزق نصیب فرمائے گا، جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔" دوسری حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا:"(قیامت کے روز) جو شخص اپنے نامہ؟ اعمال میں استغفار کی کثرت پائے،اس کے لیے خوش خبری ہے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جناب نبی کریم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"بے شک شیطان نے (حق تعالیٰ سے) کہا تھا:"اے میرے رب! تیری

mohammedfidaulmustafa938@gmail.com

عزت کی قسم! میں ہمیشہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا، جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں موجود رہیں گی۔" (جواب میں) اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: "میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میرے بلند مرتبے کی قسم! جب تک میرے بندے مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، میں انہیں معاف کرتا رہوں گا"۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے استغفار کرنے والوں کے لیے بہت ساری آیتیں قرآن میں نازل فرمائی ہے اور ان کو استغفار کی طرف رغبت دلائی ہے کہ جو بھی بندہ مومن عقیدت کے ساتھ توبہ کرے اور سچی راہ پر چلنے کے لیے لازمی کے ساتھ کھڑے ہو وہ ہر میدان میں فتح یاب ہوتا ہے میں یہاں کچھ آیت کریمہ کو ذکر کرنا چاہتا ہوں، سب سے پہلے اس آیتِ کریمہ کو پڑھیں:

غَافِرِ الذَّنۡبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِيۡدِ الۡعِقَابِ ذِى الطَّوۡلِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ گناہ کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول فرمانے والا سخت عذاب والا انعام و قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔"

اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ بِالۡعَشِىِّ وَالۡاِبۡكَارِ.

"پس اے نبی! تو صبر کر اللہ کا وعدہ بلاشک وشبہ سچا ہی ہے، تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ۔"

پھر تیسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَاسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا.

"اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو! بے شک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا، مہربانی کرنے والا ہے۔"

پھر چوتھی جگہ ارشاد فرماتا ہے:

فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا.

"تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

یہ تمام آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر ایک مسلمان سچے دل سے رب کریم کے حضور توبہ کرے تو بے شک اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور اسے صالحین کے صفوں میں شامل کر دیتا ہے اور اسے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق مل جاتی ہے جس سے وہ دنیائے فانی میں کامیاب ہوتا ہی ہے آخرت میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔

استغفار کرنے سے انسان کے تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں جن کو انسان شمار بھی نہیں کر سکتا، لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس ان گناہوں کا پورا پورا ریکارڈ ہوتا ہے، جب کہ انسان بھول جاتا ہے۔ ظاہراً و باطناً خضوع و خشوع کا حصول، کیوں کہ جب انسان دل سے عاجزی کا اظہار کرتا ہے تب جا کر وہ توبہ کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اقتدا اور پیروی، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے۔ گناہوں سے بچنے اور اطاعت کرنے میں کوتاہی کا اعتراف، کیوں کہ جب انسان اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیتا ہے تب وہ زیادہ سے زیادہ نوافل ادا کرتا ہے اور نیک اعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کوشش کرتا ہے اور استغفار دل کی سلامتی اور صفائی کا ذریعہ ہے۔

میں تمام مسلمان بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے کیے گئے اعمال پر شرمندہ ہوں اور اپنے اپنے اعمال کا محاسبہ کریں کہ ہمارا کون سا عمل کس راہ میں صحیح ہوا ہے اور کس راہ میں غلط ہوا ہے تاکہ آپ کو توبہ کرنے کی توفیق مل جائے اور نیکی کی راہ پر چلنے کی توفیق بھی مل جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت تمام مسلمان بھائی بہنوں کو اس رمضان المبارک میں اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے کیے گئے برے اعمال پہ شرمندہ ہو کر اپنے رب کریم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اس دنیا کی تمام مسلمانوں کو حق بولنے، سننے اور کہنے کی اللہ تبارک و تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

****

انوار حیات

غوث الوقت حضرت مولانا محمد کامل نعمانی ولید پوری

انس مسرور انصاری

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا اور کُل کائناتِ انسانی کے لیے خدا کی طرف سے آخری نبی ورسول کی حیثیت سے تشریف لائے۔ آپ کو رحمۃ اللعالمین بناکر مبعوث کیا گیا۔ خدا نے آپ کے ذریعہ اپنی آخری کتاب قرآن حکیم کو نازل فرمایا جو قیامت تک تمام انسانوں کے لیے رشد وہدایت اور نعمت ورحمت کا وسیلہ ہے۔ اب کوئی نبی ورسول مبعوث نہ ہوگا اور نہ کوئی آسمانی کتاب نازل ہوگی۔

کبیر الاولیاء شیخ المشائخ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں تیس سال تک خدا کی تلاش وجستجو میں سرگرداں رہا لیکن اس قدر طویل عرصہ کی عبادت وریاضت اور مجاہدہ کے بعد مجھ پر منکشف ہوا کہ خداوند کریم خود میرا متلاشی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کے اس قول کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو ایسے بندوں کی ضرورت ہے جو اس مادّی کائنات میں اس کے اسمائے پاک کی صفات سے متّصف ہوکر ان صفات کا مظہر بن جائیں۔ اس مادّی ونمائشی دنیا میں ان صفات کو ظہور میں لائیں۔ خدا اور بندوں کے درمیان عبد ومعبود کا جو رشتہ وتعلق ہے، اسے نمایاں، مستحکم اور بحال کریں۔ خدا کے بندوں کو اس کی صفات اور پیغامات سے آشنا کریں۔ رشد وہدایت کے ذریعے بندوں کو مستقیم راہ کی طرف لائیں۔ کیونکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ والاصفات پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہے۔ اب کوئی نبی ورسول آنے والا ہے اور نہ کوئی آسمانی کتاب نازل ہونے والی ہے۔ اب اُمّت کے صالح افراد کو نبی ﷺ کی نیابت کرنی ہے اور خدا کے بھٹکے ہوئے بندوں کی رشد وہدایت اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے خدائی صفات کو عملاً ظہور میں لانا ہے تاکہ اس کے بندے اس کی طرف رجوع ہوں۔ خدا رحیم وکریم ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی رحم وکرم کی صفت سے متّصف ہوں۔ وہ عادل ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی عدل وانصاف کریں۔ وہ سخی ہے اور چاہتا ہے کہ یہ صفت اس کے بندوں سے بھی ظاہر ہو۔ وہ معاف کرنے والا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی معاف کرنا سیکھیں۔ وہ مددگار ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی ایک دوسرے کی مدد کریں۔ وہ بندوں کے عیبوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی ایک دوسرے کی عیب پوشی کریں۔ یہ خدائی کام ہے جس کی دعوت خداوند کریم اپنے بندوں کو دے رہا ہے۔ خدا کو ایسے بندے مطلوب ہیں جو نبی ﷺ کی نیابت کا کام کریں اور دینِ فطرت (اسلام) کی تبلیغ اور ترویج واشاعت میں مشغول ہوں۔ ہر چند کہ یہ مشکل اور دشوار ترین کام ہے لیکن یہ مسلمانوں کے فرائض میں داخل ہے۔ یہ ایک طرح کی خیر خواہی ہے اور خیر خواہی اسی وقت ممکن ہے جب انسان کے سامنے آخرت کی ان دیکھی نعمتیں ہوں۔ جب وہ اس کامل یقین کے درجہ میں ہو کہ جو کچھ وہ دوسروں کے لیے کرنے والا ہے یا کر رہا ہے وہ رائیگاں اور برباد ہونے والی چیز نہیں ہے بلکہ آخرت میں وہ بے حساب گنا اضافہ کے ساتھ ملنے والی ہے۔ آخرت اور اس کی دائمی زندگی اور انعاماتِ خداوندی پر کامل یقین کی بنیاد پر خیر خواہی ممکن ہے۔

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ نے اپنے محبوبِ خاص نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنا نمائندہ ورسول بناکر اپنے بندوں کی رشد وہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ نبی ورسول کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے احکام وفرامین کو اس کے بندوں تک بلا کم وکاست قولاً اور عملاً پہنچادیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک حیاتِ طیّبہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ کی مکی ومدنی زندگی کے تمام گوشے روشن اور جہد وعمل سے بھرپور ہیں۔ پوری زندگی احکامِ خداوندی کا عملی نمونہ

ہے۔اللہ کے برگزیدہ رسول نے اس کے احکام وفرامین کواس کے بندوں تک پہچانے میں طرح طرح کے مصائب ومشکلات کا سامنا کیالیکن اپنے مشن (تحریکِ اسلامی) کو اپنی تمام تر ذمّہ داریوں کے ساتھ آگے بڑھاتے رہے ۔آپ نے مقدس قرآن جیسی بابرکت کتاب عطافرمائی جوکُل اسلامی تعلیمات کامجموعہ اور ہمیشہ کے لیے رشدوہدایت کاذریعہ ہے۔لیکن اسلام کی تکمیل اوراپنے فرائض کی انجام دہی کے بعدبھی آپ نے اپنے مشن کوختم نہیں کیابلکہ اپنے رفقاء واصحاب کو تاکید فرمائی کہ وہ نہایت دل جمعی اور حوصلے کے ساتھ مشن کوجاری رکھتے ہوئے اللہ کے کلمہ کوبلند کرتے رہیں۔اس کے پیغام کو عام کرتے رہیں تاکہ بنی نوع انسان کے درمیان امن ومساوات اور اُخوت ومحبت اوریک جہتی قائم رہے اور نفرت وعداوت،بغض وفساد اور نفاق وشر کی جڑیں مضبوط نہ ہونے پائیں۔ایسانہ ہوکہ انسان کی غفلت سے موقع پاکرابلیس خداکی زمین کوفتنہ وفساد سے بھردے۔

آج یہی مشن علمائے اسلام اور صوفیائے کرام کا ہے۔ حضور کے نقشِ قدم کی پیروی میں علماء اگرظاہری علوم کے ذریعہ خلق اللہ کی ہدایت ورہنمائی میں مصروف ہیں توصوفیاء کاگروہ اپنے باطنی علوم کے وسیلوں سے بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی اور خیروفلاح کاکام انجام دے رہاہے۔

ہندوستان میں اسلام کی آمد اوراس کی ترقی وتوسیع کاجائزہ لیجئے تویہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ آج برِصغیر میں مسلمانوں کی جوبھی تعداد اور مذہبی تشخص موجودہے وہ صرف اورصرف مبلغینِ اسلام صوفیا واولیائے کرام کی بے حساب مساعئ جمیلہ کانتیجہ ہے۔

اسلام ہندوستان میں جب صوفیوں اور تاجروں کے جلومیں داخل ہواتویہاں انسانی معاشرہ زبردست تفریق اوراونچ نیچ کاشکار تھااورانسان کے ایک بڑے طبقہ کے ساتھ عزت ووقار کا معاملہ نہیں کیاجارہاتھا۔چار بڑے طبقوں اور ان کے بے شمار ذیلی گروہوں میں منقسم ہندوستانی معاشرہ کسی ایک نقطۂ اتحادپربھی متفق نہ تھا۔ وہ بری طرح انتشار کاشکار تھا۔کمزوروں کاجینامحال تھا۔ایسے ماحول اورحالات میں صوفیوں کے ذریعے اسلام کے امن ومساوات، اخوت اور بھائی چارہ کے پیغام کی وجہ سے لوگ اسلام کی طرف کثرت سے مائل ہوئے۔ صوفیوں نے اسلام کوعملاً پیش کیا،خانقاہیں اور مدارس قائم کیے،لنگر کے کلچر کوعام کیا۔ جہاں ہرکوئی روزانہ دن بھرمیں جب چاہے کھاناکھا سکتاتھا اورضرورت ہوتوگھربھی لے جاسکتاتھا۔ہندوستان کے تمام مذاہب خاص طور سے سکھ مت میں لنگر کااسلامی کلچر بہت مقبول ہوا۔صوفیوں نے ہمیشہ ہرکسی کے ساتھ انسانیت اور محبت کامعاملہ کیا۔اس کلچر کی اپنی ایک مستقل تاریخ ہے۔ خواجہ بہاؤالدین ذکریاملتانی کی خانقاہ میں روزانہ لنگرِعام ہوتا۔اناج کی فراہمی کے لیے آپ بہت لمبی کھیتی کراتے تھے۔خواجہ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں بھی روزانہ لنگرِعام کااہتمام ہوتاتھا۔صوفیوں کی تاریخ میں اس طرح کے لنگرخانوں کی تعدادبہت زیادہ ہے۔ان صوفیوں اورگدڑی پوشوں نے خلق اللہ کی ایسی خدمت کی جواسلامی تحریک کومطلوب تھی۔کیااپنا اورکیاپرایا،سب کوگلے سے لگایا۔سب کی مدداور دستگیری کی۔ یہی سبب ہے کہ جب خانقاہیں فعال تھیں تو پوری قوم کوعروج وارتقاء حاصل تھا۔اس قوم کودینی ودنیاوی سعادتیں حاصل تھیں۔افسوس کہ موجودہ خانقاہی نظام اب صرف ایک رسمی کلچربن کے رہ گیاہے۔اس کی فعالیت معدوم ہوچکی ہے۔

صوفی نہ اُٹھا خانقاہ سے اپنی
ملّا نہ اُٹھا درس گاہ سے اپنی
معلوم یہ سب کو ہےقومِ مسلم
ہٹ کے چلتی ہے راہ سے اپنی

اس ملک میں اسلام ان حکمرانوں کے ذریعہ نہیں پھیلا جو آٹھویں صدی عیسوی سے قبل ہی یہاں اپنی حکومت وامارت قائم کرنے کی لگاتار کوششیں کرتے رہے تھے بلکہ سچ یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام کو ان عرب تاجروں اور صوفیوں نے متعارف کرایاجویہاں تجارتی ضرورتوں سے آیاجایاکرتے تھے۔

ڈاکٹر تاراچند کے بقول۔مسلم تجاراور صوفیائے کرام اپنے قول وعمل کی وجہ سے اخلاق ومحبت کے نقطۂ عروج پرفائز تھے۔ اخوت ومساوات کی گارنٹی دینے والے اس نظریۂ حیات کی طرف

لوگ جوق در جوق آئے اور اسلام قبول کیا۔ ڈاکٹر کل سریشٹ کے بقول دلوں کی دھڑکن بن جانے والا اسلام صوفیوں نے پیش کیا۔ انھوں نے غصہ وحسد سے نجات دلائی اور مساوات، بھائی چارہ اور انسانیت جیسی خوبیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ وہ حق گوئی، انصاف پروری، انکسار، اخلاق اور خوش مزاجی کا متحرک پیکر بن کر آئے۔ اس عہد کی شاعری اور ادب پر صوفیاء کی فکر، تصوف کی تعلیمات اور انسان دوستی کے نصب العین کے اثرات مرتب ہوئے۔ بقول ڈاکٹر طیب ابدالی، صوفیوں نے ایک انسان کو دوسرے انسان سے قریب تر کر دیا اور بلا تخصیص مذہب وملت انھوں نے مظلوموں کی مدد کی اور کمزوروں کی دست گیری کی۔ وہ شاہی درباروں پر بھی اثرانداز ہوئے۔ عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے وہ بادشاہوں، نوابوں اور راجاؤں پر دباؤ ڈالتے رہے۔

"اسلامی تہذیب کی ایک ایسی خصوصیت جو دوسری تہذیبوں سے ممتاز ہے وہ محبت انسان کی صفت ہے۔ ہماری تہذیب نے نوعِ بشر کو نفرت وکینہ، تفرقہ اور تعصب سے نجات دلا کر محبت، اخوت، تعاون، فیاضی اور مساوات کا سبق سکھایا۔ اس نے مذہبی رواداری کی اسپرٹ پیدا کی۔" (بحوالہ۔ "اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو" ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی۔ ص، 490)

خدا کی مخلوقات سے محبت رکھنا ایک خدائی صفت ہے۔ قرآن وحدیث میں بار بار اس صفت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ خدا اپنے بندوں سے بے پناہ محبت رکھتا ہے کہ انسان اس کی بہترین تخلیق ہے۔ اب یہ بندوں کے اختیار میں ہے کہ اس کے مطلوب بندے بنیں اور دارین کی سعادتیں حاصل کریں۔ صوفیوں نے یہی کیا۔ وہ اسلام کے مشن میں کمال درجہ کی شمولیت اور توجہ کے ساتھ خلق اللہ کی خدمت اور محبت کرتے رہے۔ اس سے انسانیت نے جو تقویت پائی اور اسے جو فروغ حاصل ہوا وہ جگ ظاہر ہے۔ ہندوستان میں صوفیوں کے چار سلاسل بہت مقبول ومعروف ہوئے۔ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ اور نقشبندیہ۔ ان کے علاوہ بھی کئی سلسلے ہیں جو اپنی علمی وروحانی سرگرمیوں کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کی توجہ کا مرکز بنے۔ بعض صوفیاء چاروں سلسلوں سے وابستہ ہوئے لیکن اپنے طبعی میلان کے سبب کسی ایک سلسلہ میں مشہور ہوئے۔

ہمارے مرشدِ اعلیٰ پردادا پیر غوث الوقت، چراغِ ربّانی حضرت مولانا محمد کامل صاحب نعمانی فاروقی ولیدپوری علیہ الرحمہ و رضوان کو چاروں سلاسل سے اجازت وخلافت حاصل تھی اور آپ چاروں سلسلوں میں بیعت فرماتے تھے۔ آپ ظاہری وباطنی علوم کے جامع تھے۔ آپ کے ارادت مندوں اور عقیدت مندوں کی تعداد کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کا روضۂ مبارک اور خانقاہِ عالیہ کاملیہ قصبہ ولید پور (اعظم گڑھ) میں مرجع خلائق ہے جہاں فیوض وبرکات کے سرچشمے ہمہ دم جاری وساری ہیں۔

کتبِ سیر کے مطابق آپ کا خاندانی تعلق مشہور صحابیِ رسول حضرت سلمان فارسی اور امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے۔ آپ کے آباواجداد ملک عراق سے ہندوستان تشریف لائے اور شمال مشرق میں واقع شہر بنارس میں مقیم ہوئے۔

وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد بعض وجوہ سے ہجرت کی اور موضع ولید پور (اعظم گڑھ) میں قیام کیا۔ ان بزرگوں کی شرافت، نجابت، وجاہت، دینداری، بندگانِ خدا کے ساتھ خیر خواہی وبے نفسی، حسنِ سلوک ومروّت جیسے اوصاف سے متاثر ہوکر جونپور کے شرقی بادشاہوں نے گذر اوقات کے لیے خاصی بڑی آراضی نذر کی اور عقیدت وسعادت مندی کا اظہار کیا۔ یہیں 28 محرم الحرام 1238ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے بزرگوں کے زیرِ سایہ قصبہ ولید پور ہی میں پائی۔

مزید تعلیم کے لیے پندرہ سال کی عمر میں لکھنؤ تشریف لے گئے اور فرنگی محل کے علماء خاص طور سے حضرت مولانا عبدالحلیم شاہ فرنگی محلی سے علمِ دین کی تحصیل فرمائی۔ گھر واپسی پر علومِ تصوف اور ذکر واذکار کے ساتھ ہی ساتھ منصفی کے امتحان کی تیاری بھی فرماتے رہے۔ دین کے ظاہری اور تصوف کے باطنی علوم سے شرف یابی کے بعد آپ نے منصفی کا امتحان بہت نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔ منصف کی حثیت سے آپ کی پہلی تقرری شیرازِ ہند۔۔ جونپور،، میں

ہوئی۔ وہاں کا انگریز کمشنر بہت سخت گیر تھا۔ اس کی بیوی سر درد کے مستقل مرض میں مبتلا تھی۔ تمام ڈاکٹر زاور اطباء اس کے علاج سے عاجز ہوگئے۔ کمشنر کے ایک ملاقاتی نے حضرت مولانا کامل صاحب کی طرف رہنمائی کی۔ آپ کی دعا سے وہ صحت یاب ہوگئی۔ کمشنر نے نذرانے کی پیش کش کی لیکن آپ نے قبول نہ کیا البتہ جونپور کی تین سو سالہ قدیم شاہی اٹالہ مسجد کی از سرِ نو مرمت کے لیے کمشنر سے تحریری حکم نامہ کی فرمائش کی جس کی فوری تعمیل کی گئی۔ آپ نے مسجد کی مرمت کا کام شروع کرادیا۔ تعمیر و مرمت کے دوران مسجد کی بلندی سے ایک بہت بڑا پتھر نیچے فرش پر گرا جس سے دب کر ایک مزدور۔ کی موت واقع ہوگئی۔ آپ کی توجہ اور دعا سے مزدور کو نئی زندگی ملی۔

اس واقعہ کی شہرت عام ہوگئی اور کثیر تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کرلیا۔ اس طرح کی بے شمار کرامتوں کا صدور آپ سے ہوا جن کی تفصیل حضرت مولانا عبید الرحمٰن شاہ منظری قبلہ نے اپنی تصنیف۔ ”چراغ ربانی“ میں بیان کی ہے۔ جونپور کے بعد مختلف شہروں ضلع بستی، گورکھپور، بلیا وغیرہ میں حضرت مولانا محمد کامل صاحب کی پوسٹنگ عمل میں آتی رہیں۔ آپ کا طبعی رجحان تصوف اور ذکر واذکار کی طرف تھا اس لیے رٹائرمنٹ سے قبل ہی اپنے عہدہ سے مستعفی ہوکر علائقِ دنیا سے کنارا کشی اختیار فرمائی اور گوشہ نشیں ہوگئے۔ آپ نے تصوف میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں اور آپ کے تعلق سے کئی اصحابِ علم و قلم نے متعدد کتابیں لکھیں۔ آپ کا وصال 6 جمادی الآخر 1322ھ کو ہوا۔ آپ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا۔ آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے خادم اور خلیفۂ اکبر حضرت صوفی جان محمد صاحب نے اپنے مرشد کی محبت میں کثیر تعداد میں بزبان بھوجپوری نظمیں لکھیں جو۔ ”انوارِ صوفیہ“ اور ”نغماتِ صوفیہ“ کے نام سے شائع ہوئیں۔

ہندوستان کی قدیم تاریخ وثقافت، تہذیب وتمدّن، اس ملک میں مسلمانوں کی آمد، ایک متحدہ قومیت کا تصور، مسلم بادشاہوں کے عروج وزوال، صوفیاء کرام کی آمد، ان کی علمی و عملی سرگرمیوں کے اثرات، اسلامی تصوف، ہندو بھگتی تحریک، فلسفۂ وحدت الوجود و شہود اور فلسفۂ ویدانت کے موضوع پر سن دو ہزار دس (2010) میں جب میری کتاب ”محبوب العارفین“ منظر عام پر آئی تو مدرسوں اور خانقاہوں میں یکساں مقبول ہوئی اور میرے حوصلوں کو تقویت حاصل ہوئی تو اس احساس میں شدت پیدا ہوئی کہ ہمارے مرشدِ اعلا حضرت ”چراغ ربانی“ کے احوال وکوائف، تصانیف وتالیفات، آپ کی علمی و عملی زندگی اور آپ کے ارشادات وملفوظات، آپ کے روحانی اثرات وخدمات اب تک پردۂ خفا میں ہیں اور محض ایک محدود حلقہ ہی ان سے متعارف وفیضیاب ہے۔ یہ بہت ضروری کام تھا جو اب تک نہیں ہوسکا تھا۔ میرے تصنیفی کام مجھے سر اُٹھانے کی مہلت نہیں دے رہے تھے۔ میں بے چین ہوگیا کہ مذکورہ مطلوبہ کام کیسے ہو۔ انھیں ایّام میں ایک دن استاذی پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید الرحمن شاہ منظری کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں اب فارغ ہوں اور تصنیفی کاموں کی طرف رغبت پاتا ہوں۔ لکھنے کے لیے مجھے کوئی موضوع دو۔“ آپ کے ارشاد سے میری دلی مراد برآئی۔ مطلوبہ کام کے لیے آپ سے بہتر کسی اور کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں نے ”چراغ ربّانی“ پر کام کے متعلق عرض کیا تو فوراً تیار ہوگئے۔ میں نے خیال کیا کہ اس کام کے لیے ہمارے مرشدِ اعلا نے آپ کا انتخاب فرمایا ہے۔ یہ ایک بڑی سعادت تھی جو مولانا صاحب کو حاصل ہونے والی تھی۔ آپ نے اس اہم تحقیقی موضوع پر کام شروع کیا تو اس کی مرحلہ وار دشواریوں اور مشکلات کا بخوبی اندازہ تھا۔ آپ نے حوصلہ، ہمّت لگن اور مسلسل جدوجہد سے کام کی تکمیل فرمائی اور حق یہ ہے کہ آپ نے تحقیق وتدوین کا حق ادا کردیا۔ ”چراغ ربّانی“ ایک دستاویزی تصنیف ہے۔ آپ نے اُن خزانوں کو دریافت فرمایا جو ہنوز عام نگاہوں سے مخفی تھے۔ یہ تصنیف میرے دیرینہ خواب کی خوشنما تعبیر ہے۔ استاذِ مکرّم پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید الرحمن شاہ منظری قبلہ دامت برکاتہم العالیہ ہدیۂ تشکّر اور دلی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ نے وہ کام کیا جو شاید آپ ہی کرسکتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خانقاہ کاملیہ کی ایک بڑی خدمت اور دارین کی سعادت ہے۔ اللہ پاک آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

****

ذکر جمیل

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
بنت نبی رحمت ﷺ

مفتی محمد اعظم، مبارک پور

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول کریم ﷺ بعثت نبوی سے دس سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ یعنی ۳۰؍ میلا د نبوی میں آپ کی ولادت ہوئی۔

سلسلۂ نسب: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد رسول اللہ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

والدہ کی جانب سے سلسلۂ نسب:

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خدیجہ الکبری بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی۔

نکاح: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی بعثت نبوی سے پہلے ہی کم سنی میں ہوگئی تھی۔ دس سال کی عمر میں ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاص رضی اللہ عنہ (لقیط) بن ربیع سے ہوئی۔

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی تھے۔ وہ ام المؤمنین سیدہ خدیجتہ الکبری رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھانجے ابوالعاص کو بیٹے کی طرح عزیز رکھتی تھیں۔ سب سے پہلے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ ابوالعاص نے طلب کیا۔ انھوں نے اپنی خالہ سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ انھوں نے یہ بات نبی مکرم ﷺ کو بتائی اور ابوالعاص نے خود آکر بھی حضور سید عالم ﷺ سے گزارش کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بہترین رشتہ اور جوڑا ہے لیکن میری بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کی مرضی بھی معلوم ہونی چاہیے۔ چنانچہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرضی کے مطابق حضرت ابو العاص کو رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوگیا۔

قبول اسلام: جب سید عالم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور اسلام کی دعوت دی تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً مسلمان ہو گئیں۔ اس وقت ان کے شوہر ابو العاص تجارت کی غرض سے مکے سے باہر گئے ہوئے تھے۔

انھوں نے دوران سفر ہی رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں خبریں سن لیں تھی۔ مکہ آکر تصدیق ہوگئی۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نے بھی اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ شش و پنج میں پڑ گئے۔ انھوں نے کہا، اے زینب! کیا تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر میں آپ ﷺ پر ایمان نہ لایا تو پھر کیا ہوگا۔ سید زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا، میں اپنے صادق اور امین باپ کو کیسے جھٹلا سکتی ہوں؟ خدا کی قسم وہ سچے ہیں اور پھر میری ماں اور بہنیں اور علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور تمھاری قوم میں عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان اور تمھارے ماموں زاد بھائی زبیر بن العوام بھی ایمان لے آئے ہیں اور میرا خیال نہیں ہے کہ تم میرے باپ کو جھٹلاؤ گے اور ان کی نبوت پر ایمان نہیں لاؤ گے۔ ابوالعاص نے کہا کہ مجھے تمھارے والد پر کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور نہ میں ان کو جھٹلاتا ہوں۔ بلکہ مجھے تو اس سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں کہ میں تمھارے ساتھ تمھارے طریقے پر چلوں۔ لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قوم مجھ پر الزام لگائے گی اور کہے گی کہ میں نے بیوی کی خاطر اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ انھوں نے اس وقت اسلام قبول نہ کیا۔

کفار مکہ نے مسلمان پر مظالم ڈھائے۔ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابولہب کے دو بیٹوں سے بیاہی ہوئی تھیں مگر رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ دونوں بیٹیوں نے باپ کے کہنے پر دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ کفار نے ابو العاص کو بھی بہت اکسایا کہ وہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دیں۔ لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہمیشہ اچھا سلوک کرتے رہے۔

کفار مکہ نے ابو العاص سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو طلاق دے دو اور قریش سے جو لڑکی تم پسند کرو ہم اس کے ساتھ تمھارا نکاح کردیں گے۔ لیکن ابوالعاص نے صاف انکار کر

دیا اور کہا، خدا کی قسم زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عوض مجھے کسی بھی عورت کی ضرورت نہیں اور نہ میں زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے سے جدا کر سکتا ہوں۔

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنا آبائی مذہب ترک نہ کیا۔ آخر حضور اقدس ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان دنوں اپنے سسرال میں تھیں۔ انھوں نے حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہجرت نہ کرنے دی۔

شعب ابی طالب اور سیدہ زینب: قریش نے مسلمانوں پر ظلم وستم شروع کر دیئے جس میں بنو ہاشم کا بائیکاٹ بھی شامل تھا۔ اس طرح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ اور خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ شعب ابی طالب میں آزمائش کے تین سال گزارنے پڑے۔ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شعب ابی طالب کے واقعے کے بعد انتقال فرمائیں۔

حضرت خدیجہ کا ہار: سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہنیں رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور کے حکم سے مدینہ ہجرت کر گئیں۔ اس طرح آپ اپنے شوہر کے گھر میں مکہ میں رہ گئیں۔

رمضان المبارک ۲ ہجری میں حق وباطل کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے مقام پر ہوا جس میں مسلمان فتح مند ہوئے۔ بہت سے مشرک مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے۔ ان میں حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ انھوں نے اپنے عزیزوں کی رہائی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زر فدیہ بھیجا تاکہ اس کے بدلے میں قیدی چھوڑ دیئے جائیں۔

سیدہ زینب نے سرکار کی بارگاہ میں میں حضرت ابوالعاص کی رہائی کے لیے ان کے بھائی عمرو بن ربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار بھیجا۔ ان کے خیال میں اس وقت اس سے قیمتی چیز اور کوئی نہیں تھی۔

یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے وقت جہیز میں دیا تھا۔

سردار انبیاء ﷺ کی خدمت میں ہار پیش کیا گیا تو آپ کو حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا یاد آگئیں اور آپ آبدیدہ ہو گئے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینب رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دو۔ یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابو العاص کا فدیہ یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو فوراً مدینہ بھیج دے۔“

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارشاد نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور حضرت ابوالعاص کو رہا کر دیا گیا۔ اور وہ مکے روانہ ہو گئے۔

حضرت زینب کی ہجرت مدینہ:

حضور علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ کو ابوالعاص رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ وہ بطن یاجج کے مقام پر ٹھہر کر انتظار کریں۔ جب زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ سے وہاں پہنچیں تو انہیں لے کر مدینہ آجائیں۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے وعدے کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ کر دیا تھا کہ وہ حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ مدینہ جاسکیں۔ اور خود تجارتی سفر کے لیے شام روانہ ہو گئے۔

مشرکین مکہ کو جب خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی مدینہ جاری ہیں تو انھوں نے کنانہ بن ربیع اور سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعاقب کیا اور مقام ذی طویٰ میں انہیں جا گھیرا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ پر سوار تھیں۔ مشرکین میں سے ہبار بن اسود نے انہیں اپنے نیزے سے زمین پر گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں، انہیں سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہو گیا۔

کنانہ بن ربیع نے غصے میں اپنے ترکش سے تیر نکالے اور انہیں کمان پر چڑھا کر مشرکین کو للکار کر کہا: "خبردار! اب تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اسے تیروں سے چھلنی کر دوں گا۔ کفار رُک گئے۔

ان مشرکین میں ابوسفیان بھی تھے۔ انھوں نے کنانہ سے کہا، بھتیجے! اپنے تیر روک لو میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ کنانہ نے کہا، کہو کیا بات ہے؟ ابوسفیان نے ان کے کان میں کہا محمد علیہ السلام کے ہاتھوں ہمیں جس ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا ہے، تم اس سے بخوبی آگاہ ہو۔ اگر تم اس کی بیٹی کو اس طرح کھلم کھلا ہمارے سامنے لے جاؤ گے تو ہماری بڑی سبکی ہو گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت زینب کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ چلو اور پھر کسی وقت خفیہ طور پر لے جانا۔

کنانہ نے ابوسفیان کی بات مان لی۔ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر مکہ واپس چلے گئے۔ چند دن بعد وہ رات کو چپکے سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لے کر بطن یاجج پہنچے اور انہیں حضرت زید بن حارثہ (جو ابھی تک وہاں ٹھہرے ہوئے تھے) کے سپرد کر کے مکہ واپس

آ گئے۔ حضرت زید ﷺ نے انہیں مدینہ پہنچا دیا۔

حضور ﷺ نے حضرت زینب کے متعلق فرمایا: ”وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔“

حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ کفار کے کہنے پر انہیں طلاق نہیں دی۔ اور حضور ﷺ کے وعدے کے مطابق انہیں مدینہ روانہ کر دیا مگر ان کے جانے کے بعد اداس اور بے چین رہنے لگے۔ ایک مرتبہ جب وہ شام کی طرف سفر کر کے وقت درد بھرے اشعار پڑھ رہے تھے۔ جن کا ترجمہ ہے: جب میں ارم کے مقام سے گزرا تو زینب کو یاد کیا اور کہا کہ خدا اس شخص کو شاداب رکھے جو حرم میں مقیم ہے۔ امین کی لڑکی کو خدا جزائے خیر دے اور ہر خاوند اسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔

حضرت ابو العاص کا اسلام: ۶/ ہجری میں ابو العاص رضی اللہ عنہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام جا رہے تھے کہ مسلمان مجاہدین نے عیص کے مقام پر قریش کے قافلے پر چھاپہ مارا۔ تمام مال و اسباب قبضے میں لے لیا۔ اور مشرکین کو گرفتار کر لیا۔

ابو العاص رضی اللہ عنہ بھاگ کر مدینے چلے گئے اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لی۔ طلوع صبح سے پہلے مسلمانوں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی آواز سنی۔ ”اے لوگو! میں نے ابو العاص رضی اللہ عنہ کو پناہ دے دی ہے۔“

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنی۔ نماز ختم ہوتے ہی حضور علیہ السلام تیزی سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں پہنچے اور صورت حال معلوم کی۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روتے ہوئے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! ابو العاص رضی اللہ عنہ اگر قریب ہیں تو چچا کے بیٹے ہیں۔ اگر دور ہیں تو میرے بچوں کے باپ ہیں۔ اس لیے میں نے انہیں پناہ دے دی ہے۔“

سیدہ زینب ﷺ کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں نے بھی ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پناہ دے دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قافلے کا مال بھی واپس کر دیا۔ ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بچوں کو پیار کیا۔ اور ان کی ماں کو الوداع کہہ کر مکہ روانہ ہو گئے۔

ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ پہنچ کر تمام لوگوں کے واجبات اور حقوق واپس کر دیئے اور کہا، اب کسی کا مجھ پر کوئی حق تو نہیں؟ سب نے کہا نہیں ہم نے تجھے حق ادا کرنے والا معزز پایا۔ یہ سن کر ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز میں کلمہ توحید پڑھا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

محرم ۷/ ہجری میں حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔

حضرت زینب کا وصال: میاں بیوی کی یہ رفاقت زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہی۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے ایک سال بعد ۸ ہجری میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ سیدہ کی ہجرت کے وقت جو سانحہ ہوا تھا اس کی تکلیف مسلسل رہی اور اسی سبب سے آپ نے وفات پائی۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم علیہ السلام کی ہدایات کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی میت کو غسل دیا۔

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی میت کو غسل دیا جا چکا تو حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی۔ آپ ﷺ نے اپنا تہ بند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اے ام عطیہ! میری بیٹی کو اچھی طرح کفن میں لپیٹنا۔ اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا۔ اور اسے بہترین خوشبوؤں سے معطر کرنا۔“ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول ﷺ کی نماز جنازہ خود حضور علیہ السلام نے پڑھائی، خود قبر میں اترے اور انہیں جنت البقیع میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اولاد: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول ﷺ نے اپنے پیچھے ایک لڑکا علی رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکی امامہ رضی اللہ عنہا چھوڑی۔ ایک روایت کے مطابق فتح مکہ کے وقت علی رضی اللہ عنہ بن ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق انھوں نے جنگ یرموک میں شہادت پائی۔ اور تیسری روایت یہ بھی ہے کہ وہ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات سے پہلے امامہ رضی اللہ عنہا کو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العوام کی سرپرستی میں دے دیا۔

(بخاری شریف، اسد الغابہ اور استیعاب وغیرہ سے ماخوذ)❋❋❋

دستاویز

بندیل کھنڈ کے ہمنام پنج گنج قادری

پروفیسر ابوالحسن محمد یاسر رضا باندوی

بندیل کھنڈ ہمارے ملک ہندوستان کے وسط میں واقع ایک ممتاز قدیمی صوبہ ہے، جو موجودہ حکومتی صوبہ اتر پردیش اور مدھیہ پردیش کی عین سرحد پر واقع ایک سنگلاخ علاقہ ہے[1]- اسی لیے اس میں موجودہ دونوں صوبوں کے تقریبًا تیرہ سے زیادہ اضلاع آتے ہیں۔ ۱۸۷۲ء کے بندیل کھنڈ یونیورسٹی میں موجود ایک مستند تحقیقی دستاویز کے مطابق اس کا علاقہ انیس لاکھ انتالیس ہزار دو سوا کیانوے ایکڑ ہے[2]، جو کہ تقریبًا تین ہزار مربع میل ہوتا ہے۔ اگر قدیم تواریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس بندیل کھنڈ کی سرحد جبل پور سے لے کر جھانسی کا احاطہ کرتے ہوئے آگرہ تک کو چھو لیتی تھی: جس کا نظام چلانے کے لیے اس وقت چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور جاگیریں قائم تھیں؛ جن سے متعلق تقریبًا ۱۵۰۹ بڑے محلات کا ذکر ملتا ہے[3]- راجا چھتر سال (متوفی ۱۷۳۹ء) کے دور حکومت میں اس صوبہ میں موجودہ یوپی کے ممتاز اضلاع میں خاص طور پر کالپی، باندہ، ہمیر پور، مہوبہ اور جھانسی وغیرہ کا ذکر ملتا ہے، جب کہ ایم پی کے اضلاع میں، چھتر پور، مہوبہ، ساگر، جبل پور، نرسنگھ پور، ہوشنگا باد، بھنڈ اور شیوپوری وغیرہ کا ذکر خاص طور پر منقول ہے۔ موجودہ دور میں یوپی اور ایم پی بن جانے کے باوجود، اس صوبہ بندیل کھنڈ کا قدرتی تشخص، اسی شان و شوکت کے ساتھ قائم ہے۔ اور قدیم زمانے سے یہاں کے قدیمی شہر باندہ کو جغرافیائی اعتبار سے بندیل کھنڈ کا محوری مرکز ہونے کی وجہ سے، اِس کے دار الحکومت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس کی سرحد کا تعین جمنا، کین اور باگھن ندیوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور ۱۸۲۰ء میں جب یہاں کمشنری قائم ہوئی تب بھی شہر باندہ کو ہی دستاویز میں دار الحکومت بنایا گیا تھا۔ تب سے آج تک اسی شہر کو اپنی امتیازی خصوصیات کی بنا پر اس صوبہ کا دار الخلافہ مانا جاتا ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ کی ایک رپورٹ کے مطابق، یہ مقام ان چند نادر و نایاب مقامات میں سے ایک ہے، جہاں پر انسانی وجود کے ارتقاء یعنی انسانی ارضیاتی دور کے ابتدائی ثبوت ملتے ہیں۔ اور تاریخ دان حضرات کی تحقیق کے مطابق، یہ خطہ آریوں کے سب سے پہلے راجہ یدو کو وراثت میں ملا تھا، اس وقت اس کا نام 'چیدی دیش' رکھا گیا تھا۔ ہرش وردھن اور چندیلوں کی یہاں سیکڑوں سالوں تک حکومت رہی۔ اِن تمام تر خصوصیات میں سب سے نمایاں خصوصیت اِس کا مرکزی عرض و طول اور اِس کی قدیم سرحد ہے۔ جہاں سے پورے صوبہ تک رسائی بہت آسان ہے۔ آج اس شہر باندہ کے مشرق میں کروی، مغرب میں مہوبہ اور ہمیر پور، شمال میں فتح پور جب کہ جنوب میں ایم پی کا ستنا ضلع، پنا ضلع وغیرہ موجود ہے۔ ساتھ ہی مذہبی رواداری کی بنا پر اس علاقے کو تب سے آج تک ایسا امن و امان حاصل ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اسی امن و امان کے سبب دور دراز سے صوفیاے عظام یہاں آکر مقیم ہوئے۔ علاوہ ازیں یہ علاقہ چوں کہ دشوار گزار راہوں سے گزرتا ہوا اور تپتے چٹیل پہاڑوں سے گھرا ہوا خشک علاقہ تھا، اسی لیے شمالی ہند کے سیاست دانوں کی سیاست سے بھی کماحقہ محفوظ رہا[4]- انہیں وجوہات کے پیش نظر ہمیشہ سے بزرگان دین کو پورے صوبہ میں تبلیغ دین کے لیے یہی جگہ ہموار رہی ہے۔ اِن مقدس اکابرین کے بے پناہ احسانات و حسنات سے یہ خطہ خشک سالی سے خوشحالی کی طرف گامزن ہوا۔

تقریبًا چار سو سال قبل، بغداد شریف کے اشجار کی تصاویر، یہاں کین ندی کے کنارے پائے جانے والے پتھروں میں، قدرتی طور پر نمایاں ہوئی۔ جو اپنی بغدادی رنگت و روحانی اثرات کے سبب قادری مشائخ کی انگوٹھیوں کی زینت بن کر، ان عربی النسب قادری مشائخ کے ذریعہ "العقیق الشجری" کے نام سے اہل عرب میں مشہور ہوئی۔ بعض پتھروں میں تو راقم نے خود خانقاہ قادریہ بغداد شریف کا قدیم عکس ان پیڑوں کے بیچ میں بنا ہوا دیکھا ہے۔ یہ پتھر اس علاقے کے علاوہ کہیں اور پایا جاتا ہو، اس کے شواہد نہیں ملتے۔ غوث اعظم الشیخ عبد القادر جیلانی کے ظہور سے قبل اس صوبہ میں سلسلہ جنیدیہ کے

استاد شعبہ الیکٹریکل انٹیگرل یونیورسٹی لکھنؤ، سینئر شاہجہاں پور (یوپی)

بھی شواہد ملے ہیں۔علاوہ ازیں اس صوبہ کے ایک شہر چھترپور کے قصبہ "ملہرا" میں آرام فرمانے والے قادری سلسلہ کے ایک ایسے مشہور بزرگ حضرت سید نظام الدین سیاحؒ کا ذکر بھی ملا ہے؛ جو ۱۷۵۰ء میں بخارا سے یہاں تشریف لائے تھے[5]۔آپ کے بعد نائب غوث الاعظم سید منور علی شاہ قادری (۴۹۱ھ تا۱۱۹۱ھ) کی[6]،اس شہر میں آمد سے، یہاں سلسلہ قادریہ کی بنیاد مزید مضبوط ہوئی۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی آمد کے بعد سلسلہ چشتیہ کے اولیاے کاملین و صاحبان طریقت کی آمد بھی یہاں کثرت سے ہوئی۔حالانکہ اس وقت سید منور علی شاہ قادری (۴۹۱ھ تا۱۱۹۱ھ) اِس شہر کے قریب موجود الہ آباد کے جنگلوں میں منتقل ہو گئے تھے [7]-ابتدائی دور میں اس صوبہ میں ہنود اور آتش پرستوں کا تسلط تھا، تب اسلام کی ترویج و اشاعت میں صوفیا کو بہت سی ظاہری تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔حالانہ یہاں کی زیادہ تر ریاستوں کی حکومتیں بدلتی بھی رہیں جس سے کُچھ آسانیاں بھی ہوئیں ۔ان تمام ظاہری وجوہات سے قطع نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ ضلع باندہ جغرافیائی اعتبار سے خشک چٹیل پہاڑوں سے گھرا ہوا پیچیدہ راہوں والا تپتا ہوا علاقہ ہے، جو اپنے محدود وسائل کی بنا پر ابتدا سے ہی پس ماندہ رہا ہے۔ تاریخی اعتبار سے بھی یہ علاقہ دھندلکے میں رہا ہے[8]۔مگر جب سکندر لودی نے آگرہ کو عارضی طور پر اپنے دار السلطنت کے لیے منتخب کیا تب جاکر حکمرانوں کی بندیل کھنڈ کی طرف توجہ مبذول ہوئی اور مغلیہ سلطنت کے قیام کے بعد، اس علاقے کے رابطے وسیع ہوئے ۔تہذیب و ثقافت اور زبان و ادب کے ساتھ ساتھ تصوف و سلوک کی جانب بھی توجہ دی جانے لگی ۔اور مغلیہ دور میں تمام سلاسل اربعہ کو یہاں فروغ ملا[9]-کالنجر کے قلعہ کی فتح کو یہاں کی تاریخی ثقافت میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔اس وقت ابتداءً اسے فتح کرنا خیبر جیسا لگ رہا تھا، جس پر شیر شاہ سوری ، قطب الدین ایبک، اور مغل شہنشاہ ہمایوں جیسے کئی جنگ جوؤں نے، اپنے اپنے دور میں زور آزمائی کی اور ناکام ہوئے۔مگر اللہ کے فضل و کرم سے ۱۰۱۳ء میں اسے محمود غزنوی کی قیادت میں مسلمانوں نے فتح کر لیا۔فتح کے اس باب کے کھل جانے کے بعد یہ قلعہ شیر شاہ سوری کے پاس بھی آیا۔ یہ وہی دور تھا کہ جب خاص طور پر اس مشہور فاتح شیر شاہ سوری نے حکومتی سطح پر سلسلہ قادریہ کے خاص وظیفہ یعنی کلمہ طیبہ لکھے ہوئے سکوں کو یہاں پر فروغ دیا۔ساتھ ہی شیر شاہ سوری کا اپنا ایک حکومتی توپ خانہ بھی باندہ کے اسی مشہور قلعہ میں بن گیا۔ حالاں کہ یہیں ایک حادثے میں شیر شاہ سوری کی اسی کالنجر کے قلعہ میں موت ہوگئی۔اس لیے اس قلع کی تاریخی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا۔اس قلع کے قرب و جوار کے مقامات کا تفصیلی ذکر مشہور مورخ و سیاح ابو الریحان البیرونی نے پہلے ہی کر دیا تھا جس کی وجہ سے یہاں کی تاریخی اہمیت پہلے سے ہی تھی[10]-شیر شاہ کے دور حکومت میں اور اس کے بعد بھی سلسلہ قادریہ کے فروغ کے اسباب میں کمی نہیں آئی، بلکہ دوبارہ ہند میں ہمایوں کی قیادت میں مغلیہ سلطنت کے قیام کے بعد، اس علاقے کے روابط مزید وسیع ہوتے چلے گئے؛جس سے سلسلہ قادریہ کے شیوخ کو بہت تسکین حاصل ہوئی۔ اس سے پہلے یہاں منگول، بندیل اور مراٹھا وغیرہ کی حکومتیں بھی قائم ہوئیں تھیں[11]، جن کے سبب کُچھ اور پریشانیاں در پیش آئیں تھیں۔ الحاصل یہ کہ مسلمان حکمران اِس علاقے میں بہت کم ہوئے اور جو ہوئے بھی وہ ہنود کے ساتھ صلح کل میں حد درجہ تجاوز کرنے والے تھے، اسی وجہ سے یہاں دین اسلام کے فروغ کے لیے ذرائع بہت محدود تھے۔مگر رب کے فضل سے کچھ ہی وقت میں یہ صوبہ بندیل کھنڈ تصوف کا مرکز بن گیا۔جس کی گواہ یہاں کی قدیم مساجد ہیں، بالخصوص نوابی جامع مسجد اپنے قیام سے ہی چاروں سلاسل حق کا تبلیغی مسکن رہی ہے۔خاص طور پر سلسلہ قادریہ کے اکابرین امت کا خاص آستانہ ہونے کا شرف، اسی نوابی جامع مسجد کو حاصل ہے۔جس کے تاریخی شواہد آثار قدیمہ میں بھی ملتے ہیں اور اس کے متعلق چند بوسیدہ خطوط راقم کے پاس بھی محفوظ ہیں[12]-مرشد بر حق علی شاہ قادری پانی پتی نے، اپنے جانشین حضرت مخدوم داتا گلزار شاہ قادری المعروف خواجہ حسن کو یہاں بھیجا۔بعد میں گلبرگہ شریف سے سلسلہ قادریہ کے بڑے شیخ حضرت علاء الحق قادری نے، حضرت کفایت اللہ شاہ چشتی قادری کو اپنا "ضیاء الحق" بنا کر اور جانشینی دے دی اور باندہ شہر کی ذمے داری بھی عطا کی۔ آپ نے بھی شیخ کی دی ہوئی ذمے داری کا حق بخوبی ادا کیا، جس میں آپ کے مرشد قاری سید برخوردار علی رضوی صابری چشتی ہر قدم پر مشعل راہ رہے۔ قاری صاحب کی سرپرستی میں آپ کے ذریعے کرناٹک اور مہاراشٹر تک سلسلہ قادریہ کی روشنی پھیلی۔آج بھی ہندوپاک میں آپ کے بے شمار مریدین ہیں، بالخصوص مہاراشٹر میں آپ کے وابستگان کی بڑی تعداد ہے۔آپ نے پہلے اپنے

مخدوم زادے حضرت سید قاسم علی شاہ کو اور بعد میں سید مسعود کو سلسلہ قادریہ کی ذمے داریاں عطا کر دیں اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی کاوشوں سے ہی، یہ سلاسل اہل سنت کے علامتی نشان کے طور پر، وجود میں آئے۔ شیخ احسان الحق چشتی جیسے اکابرین وقت کا یہاں مسلسل آنا جانا رہا، جن کے ذریعہ منشی فیض بخش چشتی جیسے یہاں کے سیکڑوں مشائخ کو بلندیاں حاصل ہوئیں۔ فاتح بندیل کھنڈ سید پیر مبارک علی، اُن کے بعد ان کے حقیقی نائب سید معین الدین سہروردی نے اس علاقے میں تعلیمات تصوف کو جاری کیا اور اکابرین کالپی شریف کے ساتھ مل کر، سلسلہ قادریہ کے فروغ کے لیے کوشاں رہے۔ اللہ تعالی کا خاص کرم تب سب نے دیکھا جب مراٹھا باجی راؤ (۱۸۴۰ء تا ۱۶۹۹ء) کے پسر اور پسر زادے دونوں کے دل اسلام کے لیے نرم ہوئے اور کیوں نہ ہوں، باجی راؤ کی مستانی بیگم تصوف کی خاصی دیوانی تھی۔ اسی لیے ان صوفیاے عزام کی تبلیغ میں، مستانی بیگم کے فرزند ذوالفقار علی نہ صرف مددگار ثابت ہوئے بلکہ اپنے لخت جگر علی بہادر المعروف نواب باندہ ثانی کو، ان مشائخ قادریہ بالخصوص اپنے استاد و مرشد حضرت علامہ سید دائم علی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں، حافظ قرآن بنا دیا۔ یہ حافظ بچہ جب تخت پر بیٹھا تو اپنے دور حکومت میں کالپی اور باندہ کی دونوں ریاستوں کی کمان سنبھالی اور ان علاقوں کے اکابرین قادریہ کو ظاہری اسباب مہیا کروائے۔ ان اسباب کی موجودگی سے اس دور میں، سلسلہ قادریہ کے اکابرین کا اقبال مزید بلند ہوا۔ ان تمام اکابرین کی کوششوں سے سلسلہ چشتیہ کے بزرگان دین و داعیان حق کو سلسلہ قادریہ کی اجازت و خلافت عطا کی گئی اور انھوں نے بھی ان قادری اکابرین کو اجازتیں و خلافتیں عطا کیں، جس کی وجہ سے سب آپس میں شیر و شکر ہو کر دین متین کی اشاعت میں لگ گئے۔ اور تجدید سلسلہ قادریہ نیے انداز میں عمل میں آگئی۔ آگرہ سے حضرت ابوالعلی قدس سرہ، جالون کے ایرچ سے سیدنا ابراہیم ایرچی (المتوفی ۱۵۴۶)، کالپی سے میر سید محمد کالپوی (۱۵۹۷ء تا ۱۶۶۱ء) و سید احمد کالپوی جبکہ الہ آباد سے شیخ محمد افضل الہ آبادی اور گوالیر سے سید جمال محمد گوالیری جیسے اجلہ اکابرین نے؛ اپنے اپنے دور میں قادری تصوف و سلوک کو فروغ دے کر دین متین کو مزید تقویت بخشی۔ علاوہ ازیں جب سفر حج کے دوران نواسۂ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور جانشین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی الشاہ اسحاق دہلوی[13] کا اس شہر میں کچھ وقت قیام ہوا تو نواب باندہ کے اصرار پر، شاہ صاحب کے حکم سے، آپ کے جانشین قاری عبد الرحمٰن محدّث پانی پتی (ولادت ۱۲۲۴ھ - وصال ۱۳۱۵ھ) نے بغرض تبلیغ دین یہاں باندہ میں سولہ سال قیام فرما کر، اِس کو سلسلہ قادریہ کا مسکن بنا دیا۔ ساتھ ہی دیگر سلاسل کو بالعموم اور سلسلہ مجدّدیہ اسحاقیہ کو بالخصوص فروغ دیا[14]۔

محدّث پانی پتی کے علاوہ عبد الحلیم صاحب نے بھی یہاں قیام فرمایا اور نواب صاحب کے مدرسے کی مسند تدریس کو بھی زینت بخشی۔ آپ کے شہر باندہ میں قیام کے دوران ہی، فخر المتاخرین ابوالحسنات محمد عبدالحی فرنگی محلی کی ولادت باسعادت بتاریخ ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۶۴ھ کو ہوئی۔ ایک طویل مدت گزرنے کے بعد نائب غوث سید منور علی شاہ نے، اپنے وصال سے قبل، اپنے عزیز خلیفہ حضور مجاہد ملت مفتی حبیب الرحمٰن عباسی کے ساتھ، یہاں کا دورہ کیا اور وقت کے اکابرین کو سلسلہ کی چند ذمے داریاں عطا کر کے واپس الہ آباد چلے گئے۔ مجاہد ملت مفتی حبیب الرحمن عباسی اور قاری عبد الرحمٰن محدّث پانی پتی جیسے قدآور قادری مشائخ کے حکم پر وقت کے تمام اکابرین نے لبیک کہا۔

اس زمانے میں قاری عبد الرحمٰن محدّث پانی پتی کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ خاص سرکار ربانی سید عبدالرب قادری کی ذات ہر عام و خاص میں بہت مقبول ہوئی، کیوں کہ ان کے آباء کے مریدین بھی اس علاقے میں کثرت سے تھے۔ ان ظاہری وجوہات کی بناء پر اس علاقے میں آپ کے نام پر ہی سلسلہ ربانیہ کے نام سے، سلسلہ قادریہ کی ذیلی شاخ وجود میں آئی اور آپ کی اولادوں کے ذریعہ یہاں جامعہ ربانیہ سلسلۂ قادریہ کا مسکن ثانی بنا اور متعدّد اکابرین و مشائخ قادریہ یہاں تشریف لائے۔ جن میں حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی، حافظ ملت محدث مبارکپوری، برہان الحق جبل پوری، مفتی رفاقت حسین رضوی، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری، محدث کبیر علامہ ضیاالمصطفیٰ امجدی، خواجہ نظام الدین قادری بدایونی، بلبل ہند مفتی رجب علی نانپاروی، قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری، سید مظفر حسین اشرفی کچھوچھوی، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، علامہ سید حامد اشرف اشرفی، بانی دار القلم مفتی یٰسین اختر مصباحی، محقق عصر مفتی نظام الدین سابق پرنسپل الجامعہ اشرفیہ، اشرف الفقہا علامہ مجیب اشرف، علامہ رفیق

الحسن چشتی صمدی پھپھوندوی وغیرہم جیسے متعدّد نام درج ہیں[15]۔

علاوہ ازیں آپ کے وطن ثانی جبل پور کے دیگر مشائخ قادریہ میں بالخصوص مولانا عبدالسلام جبل پوری کے خاندان کے بھی یہاں اچھے خاصے مریدین تھے، اور ان دونوں جماعتوں کا حلقہ پورے بنڈیل کھنڈ میں پھیلا تھا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ان دونوں حلقوں پر مشتمل بڑی جماعت پر کام کیا جائے اور ان کو اودھ اور اڑیسہ میں کار فرما مسلمانوں اور اُن کے تعلیمی، تحریکی، تدریسی و تربیتی نظام سے جوڑا جائے؛ جس کے لیے اڑیسہ کے اس مجاہد مفتی حبیب الرحمن نے اپنے نائب کے طور پر قاری عبد الرب مراد آبادی کو پیش کیا۔ ساتھ ہی اس خطہ کے قریب 'بندکی ضلع فتحپور میں پیدا ہونے والے مولانا عبدالسلام فتحپوری کی بھی اس فکر میں آمد ہوگئی، جنھوں نے سلسلہ قادریہ کو نہ صرف اودھ سے نیپال تک بلکہ ہند سے مدینہ منورہ تک جوڑکر، دائرے کو مزید وسیع کردیا۔

المختصر سرکار ربانی سید عبدالرب محدث باندوی، ناصر الاسلام سید عبد السلام باندوی اور عید الاسلام عبد السلام جبل پوری کے خاندان سے وابستہ قادری اکابرین، مریدین و متوسلین کا حلقہ ویسے ہی پورے بندیل کھنڈ میں پھیلا تھا، جو تب سے اب تک اسی طرح قائم ہے۔ اور پھر زمانہ قریب میں اس سرزمین میں پیدا ہونے والے قمرِ رضا عبد السلام فتح پوری نے کانپور، اودھ، نیپال، روہیل کھند اور عرب ممالک تک اپنی رعنائیاں بکھیر کر سلسلہ قادریہ کو مضبوط کیا۔ اور آخر میں تحریک خاکساران حق کے ذریعہ سلسلہ قادریہ کی ذیلی شاخوں؛ جیسے رضویہ حامدیہ، معمریہ منوریہ وغیرہم کے فروغ کے لیے: نائب مجاہد ملت عبد الرب مرادآبادی کا اس صوبہ کے مرکزی شہر باندہ سے رشتۂ عقد جڑ جانے کے سبب، پنجتنی نسبت پوری ہوگئی۔ یعنی اپنے اپنے دور میں ان پانچ حضرات کی نمایاں شناخت قائم ہوئی اور آج بھی قائم ہے۔ مذکورہ وجوہات و اسباب کے پیش نظر اس صوبہ میں ان پانچ ہمنام قادری اکابرین کے نام آج بھی ہر خاص و عام کی زبانوں پر ہیں۔ مگر نام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے عام حضرات بالخصوص نوجوان تشویش کا شکار ہوئے اور اسی کی وجہ سے ان اسکالر حضرات کے اصرار پر مذکورہ، پنج گنج سلسلہ قادریہ کا مختصر تعارف مع احوال لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مولانا عبدالسلام قادری جبل پوری (المعروف عید الاسلام)

آپ کی ولادت ۶/ جمادی الاول 1283ھ مطابق ۱۹/ستمبر ۱۸۶۶ء میں حیدر آباد میں ہوئی اور تین سال کی عمر میں والد کے ساتھ نقل مکانی کرکے ایم پی کے شہر جبل پور تشریف لائے، اور یہاں رہ کر تقریباً ۱۴ برس کی عمر میں حافظ قرآن ہوگئے[16]، ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کرنے کے بعد ندوہ لکھنؤ کا رخ کیا اور وہاں کے فتنے کا انکشاف کرکے ندوہ سے اختلاف کیا اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا کے تحریری موقف پر دستخط کرکے اسے مولانا شبلی کے ہاتھ پر رکھ کر واپس ہوئے اور اپنے والد کے حکم پر بریلی شریف پہنچے[17]، آپ کے والد ماجد علامہ محمد عبد الکریم صاحب سے امام اہل سنت کے علمی و قلمی روابط پہلے سے تھے، جس کی وجہ سے والد بزرگوار نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کو خط لکھ کر آپ کو تعلیم و تربیت کے لیے امام اہل سنت کے ہی سپرد کر دیا[18] اور آپ نے بھی خوب دل لگا امام اہل سنت کے خلف اکبر مولانا حامد رضا خان صاحب کے ساتھ تعلیم حاصل کی اور یہاں رہ کر بے شمار قائدانہ خدمات سرانجام دیں۔ اسی وجہ سے آپ کا شمار امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کے عظیم جانشینوں میں ہوتا ہے۔ یہی نہیں آپ کے شہزادے عبد الباقی المعروف برہان الحق جبل پوری کو بھی امام اہل سنت سے خلافت و اجازت حاصل ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کے وصال کے بعد آپ کی اولاد امجاد کو بھی شہزادگان امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان سے وہی نسبت تسلسل کے ساتھ ہے، اور آج بھی اس میں وہ خلوص ہے کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کے وصال پر تعزیتی خط ہو یا آپ کی اہلیہ کے وصال پر ملال پر لکھا تعزیتی خط ہو یا پھر عام خطوط یہ سب اِن روابط کی ایک کہانی بیان کرکے ہم غلامانِ اہل سنت کو آبدیدہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اسی شہر جبلپور میں ہی میری خالہ کا گھر ہے۔ اسی لیے خالو اور ان کے بیٹے کے ساتھ عہد طفلی میں کئی بار اس بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی اور ایک بار مذکورہ خطوط کو دیکھنے کا موقع بھی ملا ہے[19]، آپ عہد طفلی سے ہی اپنے والد کے ساتھ ہمارے شہر باندہ آتے تھے۔ آپ نے بھی اسی شہر کو سلسلہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کا مرکز بنایا۔ شہر باندہ کے محلہ علی گنج میں آج بھی بہت سے عوام و خواص آپ کے پسر زادوں سے ہی مرید ہیں، آپ کی بیش بہا خدمات کی وجہ سے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت، آپ کی ذہنیت و

قابلیت کے معترف تھے اور آپ کے قلب باطنی کو دیکھ کر ان کو دیار ”سی پی“ کا قطب فرماتے تھے۔ یہ محبتیں لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتیں۔ مختصر یہ کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے، نہ صرف ۳/ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ کے دن خود جبل پور آکر آپ کی دستار بندی کی بلکہ مجمع کثیر میں آپ کو عید الاسلام کے لقب سے بھی سرفراز فرمایا۔ امام اہل سنت سے رابطہ اتنا مضبوط تھا کہ آپ کو اسی مجمع میں روحانی پسر کہہ کر طویل معانقہ کیا اور بعدہ اپنے ہاتھوں سے عربی میں خلافت و اجازت لکھ کر عطا کی، اور ایسا ہی معامہ آپ کے شہزادے کے ساتھ کیا۔ اسی خلوص کے ساتھ آپ بھی امام اہل سنت سے ایسی ہی محبت کرتے تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے آپ نے کئی بار راقم کے آبائی شہر باندہ کا دورہ بھی کیا ہے۔ آپ کا وصال 14 جمادی الاول 1371ھ مطابق فروری ۱۵۲۲ء کو جبل پور میں ہوا، یہیں آپ کا مزار مبارک ہے[20]

شیخ المشائخ سید عبد الرب قادری (المعروف سرکار ربانی)

عہد طفلی میں راقم سرکار ربانی سے ٹھیک سے واقف نہیں تھا مگر علی الصبح شہر قاضی سید معراج مسعودی صاحب المعروف عقیل میاں کی زبان سے ایک مناجات سنتا تھا:

زندگی کا بھروسا نہیں مومنوں
جتنا ممکن ہو ذکر خدا کیجیے
ساتھ اپنے نہ جائے گا دنیا سے کچھ
اس کی اُلفت سے دل کو جدا کیجیے

اِس دل کش انداز میں اتنا جامع کلام سن کر دل میں تشویش ہوئی اور تلاش کرنے پر یہ کلام فردوس تخیل میں ص-۵۳ پر پایا، تب معلوم ہوا کہ یہ کلام تو سید محمد مقصود المعروف سید غازی ربانی چھوٹے حضرت کا ہے؛ جن کے بارے میں مزید جاننے کا تجسس ہوا تو سرکار ربانی تک پہنچا۔ یہاں وہی معلومات نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ آپ کو اہل سلسلہ اعلیٰ حضرت کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سید عبد الرب المعروف سرکار ربانی کی ولادت باسعادت ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء کو ٹیکم گڑھ میں، اس وقت ہوئی جب آپ کے والد ماجد قطب عالم الشاہ جناب امانت علی قادری رحمانی بسلسلہ سیاحت و تبلیغ شہر باندہ سے قریب ٹیکم گڑھ میں مقیم تھے[21]۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ وزیر النسا ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ آپ حسینی سادات میں سے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب ۳۲ واسطوں سے سید الشہدا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذریعہ آقا کریم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کے اجداد سب سے پہلے باندہ کے قریب ہسوہ گاؤں (جو ضلع فتح پور میں آتا ہے) میں آکر مقیم ہوئے تھے اور بعد میں ضلع باندہ کو اپنا مستقل وطن بنا لیا۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں ہوئی، ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ کے والد بزرگوار نے اعلیٰ تعلیم و روحانی فیض کے لیے آپ کو اپنے ہی پیر و مرشد و استاد حضرت علامہ شاہ عبد الرحمن محدث پانی پتی (ولادت ۱۲۲۴ھ و وصال ۱۳۱۵ھ) کے سپرد کر دیا[22]، جن سے آپ کو تمام علوم متداولہ حاصل ہوئے۔ ساتھ ہی آپ کو ناگپور میں حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ اور آگرہ میں حضرت ابو العلی قدس سرہ کی خدمت میں رہنے کا اور جام معرفت و سلوک نوش کرنے کا خصوصی شرف بارہا حاصل ہوتا رہا۔ ان ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کے بعد آپ کو آپکے شیخ نے سلسلہ قادریہ کی خلافت و اجازت عطا کر کے صوبہ بندل کھنڈ میں سلسلہ کی ترویج و اشاعت کی ذمے داری سونپ دی۔ والد ماجد نے تقریباً ۲۰ برس کی عمر میں آپ کا عقد مسنون جناب سید وزیر علی صاحب ساکن محلہ دریا ہی جبل پور کی دختر نیک اختر سے کر دیا، جو نجیب الطرفین سادات میں سے تھیں۔ آپ کے عقد کی تاریخ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۱۳ھ لکھی ہے۔ اس کے بعد آپ نے جبل پور کو اپنا وطن ثانی بنایا اور اس شہر کے علاقے ”چھوٹے میاں کی تلیا“ میں رہائش پزیر ہوئے۔ گھریلو ذمے داریوں کے علاوہ والد ماجد کے ساتھ متعدّد تبلیغی و تعلیمی دورے بھی ہونے لگے[23]، آپ کو نہ صرف نعتیہ شعر و سخن میں بلکہ خطابت میں بھی اچھا ملکہ حاصل تھا۔ جو بھی آپ کا خطاب سنتا تھا بس گرویدہ ہو جاتا۔ والد ماجد کے حکم سے بیعت و ارشاد کا سلسلہ بھی شروع کر دیا، تبلیغ کے صفر کی ابتداء میں تو آپ نے بہت مشقتیں برداشت کیں مگر وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی مقبولیت بڑھتی گئی۔ اب تبلیغی اسفار کے دوران نہ صرف عوام کو بلکہ حیدر آباد اور بھوپال کے نوابوں جیسی خاص شخصیتوں کو بھی آپ کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوتا۔ لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ میں داخل ہوتے چلے گئے اور آپ کا یہ حلقہ سلسلہ قادریہ کی ذیلی شاخ کے طور پر نہ صرف اس علاقے میں بلکہ کل عالم میں نمایاں ہو گیا۔ آپ اپنے والد سے تمام عملیات، اوراد و وظائف کی اجازت

لے کر انہیں کے نقش قدم پر خدمت خلق میں مشغول ہوگئے اور والد بزرگوار نے جب تلقین فرمائی کہ "عملیات کی چلہ کشی میں زیادہ انہماک نہ بڑھاؤ، جتنا تم نے سیکھ لیا ہے وہ عمر بھر کے لیے کافی ہے"۔ تو اس ارشاد بابرکت کو سن کر آپ نے عملیات کی چلہ کشی سے بے نیاز ہو کر غریبوں مسکینوں کی امداد و دین متین کی اشاعت و تبلیغ میں خود کو وقف کر دیا[24]، کالپی شریف کے شفاء الہند حکیم ڈاکٹر سید امراؤ علی صاحب ہاشمی اور ان کا پورا خاندان آپ ہی سے مرید تھا۔ ایک تو ۱۹۴۷ء میں بھائی سے جدائی کا غم اور دوسرے ۱۹۵۶ء کے فسادات جس میں آپ کا مکان بھی جلا تھا، ان دونوں سانحوں سے آپ کا دل کافی متاثر ہوا، جس کی وجہ سے آپ جبل پور کو خیر آباد کہ کر مع اہل عیال اپنے آبائی وطن باندہ تشریف لے آئے، اور اپنے آبائی محلہ بنگالی پورہ میں ہی ایک مکان خرید کر متوطن ہوئے۔ پھر دو سال بعد حسب ضرورت محلہ علی گنج میں ایک وسیع و عریض مکان خرید کر اس میں منتقل ہوئے جو آج آستانہ ربانی کے نام سے مشہور ہے۔ بتاریخ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء کو ٹھیک ڈیڑھ بجے دن میں، راقم کے دادا جان کے بھائی جناب حافظ الٰہی بخش صاحب مرحوم سے سورہ یٰسین کی تلاوت سنتے ہوئے، اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے کل ۸۵ برس کی عمر پائی[25]، شہر باندہ کے مرکزی و قدیم عید گاہ کے احاطے میں آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔ راقم عہد طفلی میں جب تک اس شہر میں رہا تب تک عید الفطر کے موقع پر یہاں مستقل حاضر ہوتا رہا۔

سید عبدالسلام قادری باندوی (المعروف ناصر الاسلام):

آپ کی ولادت باسعادت 1323ھ مطابق 1905ء میں ہمارے شہر باندہ میں ہوئی۔ راقم کی خوش نصیبی ہے کہ آپ کا وہ کمرہ دیکھ چکا ہے جہاں آپ پیدا ہوئے۔ آپ حسینی سادات میں سے ہیں اور اپ کا سلسلہ نسب ۳۲ واسطوں سے سید الشہدا سیدنا امام حسین کے ذریعہ آقا کریم حضور اکرم صل اللہ الہ وسلم سے مل جاتا ہے[26]۔ آپ کے والد بزرگوار قطب عالم سید امانت علی شاہ قادری رحمانی ہیں اور آپ کے برادر اکبر سلسلہ قادریہ ربانیہ کے بانی و شیخ سید عبد الرب محدث باندوی المعروف سرکار ربانی ہیں، جن سے آپ کو سلسلہ قادریہ ربانیہ کی خلافت و اجازت حاصل ہے۔ اِس علمی اور روحانی گھرانے میں تعلیم و تربیت کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لیے اہل سنت کے مرکزی ادارے جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا رخ کیا۔ اور پھر غیر متوقع ماحول میں راقم السطور کے خاندان کے چند افراد کے ساتھ تقسیم ہند کے وقت اگست 1947ء میں پاکستان کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر جمیعۃ العلما کے نائب صدر منتخب ہوئے اور مولانا عبدالحامد بدایونی رحمہ اللہ کی صدارت میں وقت کی ضرورت کے مطابق اُمت مسلمہ کے ملی و دینی معاملات میں قیادت کے فرائض انجام دینے لگے۔ ساتھ ہی اپنے والد بزرگوار کے نام سے منسوب تنظیم امانت الاسلام کی بنیاد ڈالی اور بہت کام کیا[27]۔ آپ اپنی باصلاحیت علمی و روحانی قیادت کی بنا پر ناصر الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے۔ معتدد کتب تصنیف فرمائیں، سیکڑوں رسائل و جرائد شائع کیے اور کئی کتب پر آپ کی تقریظات بھی موجود ہیں۔ خاص طور پر علامہ شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب ذکر جمیل پر لکھے ہوئے آپ کے تین تاریخی قطعات وقت کے اہل علم میں بہت مقبول ہوئے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد سے کافی عرصہ تک آپ یہاں کی مرکزی جامع مسجد نیو میمن (بولٹن مارکیٹ) کے پہلے خطیب کی حیثیت سے رہے، اور اپنے خطاب سے ہر دلعزیز رہے۔ خاص طور پر مسجد کے سامنے سینما کی بنیاد رکھے جانے پر، جمعہ کا جو احتجاجی خطاب تھا اس کو اہل علم میں ایک اہم تاریخی خطاب ہونے کا شرف حاصل ہے [28]۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شفیع اوکاڑوی جو خود ماہر خطابت تھے۔ آپکا خطاب نہ صرف پسند فرماتے بلکہ اُسے سننے کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ صرف خطابت ہی نہیں آپ کا قلم بھی احقاق حق و ابطال باطل کی شمشیر بے نیام تھا۔

آپ نے تحریک ختم نبوت میں علمائے اہل سنت کے ساتھ کلیدی کردار ادا کیا۔ آپ کا بارہ صفحات پر مشتمل مقالہ احتساب قادیانیت میں، تحریک ختم نبوت کی جانب سے شائع ہونے والا ایک تاریخی مقالہ ہے، جس کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے قادیانیوں کو نہ صرف کافر قرار دیا بلکہ ان کے باطل عقائد و گمراہ کن نظریات کی ایسی بیخ کنی کی کہ عوام و خواص سب قادیانیت کے خلاف متحد و منظم ہو گئے[29]، آپ کے خاندان کو تسلسل کے ساتھ صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص نسبت تھی اور صدر الافاضل بھی آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔

(جاری)****

محرم کے بغیر خواتین کا سفرِ حج

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

❋ جون 2024 کا عنوان — سیرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ
❋ جولائی 2024 کا عنوان — حضرت مجدد الف ثانی کے معمولات اور تعلیمات

کیا عورت محرم کے بغیر سفر اور حج کر سکتی ہے؟

از: مفتی عبدالقیوم ہزاروی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
”عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر تنہا طے کرے۔“ (طبرانی، المعجم الاوسط، 6:267، رقم:6376)
پرانے وقتوں میں سفر بہت کٹھن اور پُر خطر ہوتے تھے، زیادہ تر سفر پیدل یا گھوڑوں اور اونٹوں پر کیا جاتا تھا، ایک شہر سے دوسرے شہر جانے میں کئی کئی ہفتے صرف ہو جاتے تھے۔ اِس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو تنہا تین دن سے زیادہ کا سفر کرنے سے منع فرما دیا تاکہ اُس کی عفت و عصمت کی حفاظت ہو، بلکہ ایک روایت میں تو 'دو دن' کے الفاظ بھی ہیں۔ اِنہی سفری تکالیف اور خطرات کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو تنہا حج کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
”مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند یا کسی محرم کے بغیر حج کرے۔“ (ابن خزیمة، الصحیح، 4: 134، رقم: 2522/طبرانی، المعجم الکبیر، 8:261، رقم:8016)
اِنہی اَحادیث اور اَحکامِ شریعت کی روشنی میں وضع کیے گئے، سعودی عرب کے مروّجہ قوانین کے مطابق کسی عورت کو محرم کے بغیر حج یا عمرہ کا ویزا ہی جاری نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا موجودہ دور میں عورت کا محرم کے بغیر حج یا عمرہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

البتہ ہمیں اُس عِلّت اور پس منظر کا بھی جائزہ لینا چاہیے جس کی بنا پر عورت کو محرم کے بغیر تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر اور حج کرنے سے منع فرمایا گیا۔ در حقیقت منع کا یہ حکم اِس لیے دیا گیا تھا کہ قدیم زمانے میں سفر بہت کٹھن اور پُر خطرات ہوتے تھے۔ سفر پیدل یا جانوروں پر کیا جاتا تھا اور کئی کئی ہفتے اور مہینے سفر میں صرف ہوتے تھے۔ نیز دورانِ سفر چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کا بھی بہت زیادہ خطرہ ہوتا تھا۔ اندریں حالات عورت کی عصمت و حفاظت اور سفری تکالیف و خطرات کے پیشِ نظر اسے اکیلے سفر کرنے سے منع فرمادیا گیا۔ محرم در حقیقت حفاظت کے لیے ہوتے تھے۔ آج ذرائعِ مواصلات بہت ترقی کر گئے ہیں۔ بے شمار سفری سہولیات و آسانیاں میسر آچکی ہیں۔ دورانِ سفر سکیورٹی وغیرہ کے مسائل بھی نہیں رہے اور حج کی ادائیگی کا باقاعدہ نظام ترقی پاچکا ہے۔ حکومتی سطح پر گروپ تشکیل دیے جاتے ہیں جو محرم کی طرح ہی خواتین کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور خواتین کو اُس طرح کے مسائل و خطرات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جو پرانے وقتوں میں درپیش ہوتے تھے۔ گویا ریاست کی طرف سے ملنے والی سکیورٹی اور سیفٹی محرم بن گئے ہیں، کیوں کہ حکمِ محرم کی حکمت

یہی تھی۔ لہٰذا اِن سفری سہولیات کے ساتھ جب عورت عورتوں کے گروپ میں یا ایک ایسے گروپ میں جہاں مرد و خواتین اکٹھے ہوں لیکن فیملیز ہوں اور خواتین کی کثرت ہو تو یہ اِجتماعیت مَحرم کا کردار ادا کرتی ہے۔ اِن حالات میں عورت کے لیے مَحرم کے بغیر سفر کرنا ناجائز نہیں رہتا۔ چاہے وہ (تین دن سے زیادہ مسافت کا) عام سفر ہو یا سفرِ حج اور عمرہ۔ واللہ و رسولہ اعلم بالصواب۔ ٭٭٭

آج کے زمانے میں خواتین کا سفرِ حج - شرعی و عقلی نقطۂ نظر سے

از: مولانا محمد ناصر حسین مصباحی

پہلے خواتین کو محرَم کے ساتھ ہی حج یا عمرہ پر جانے کی اجازت دی جاتی تھی اور پورے حج کے دوران انھیں ساتھ رہنا ہوتا تھا مگر سنہ 2022ء سے سعودی عرب نے اعلان کیا کہ اب دنیا بھر کی خواتین حج یا عمرہ کے لیے محرَم یا شوہر کے بغیر بھی سعودی کا سفر کر سکتی ہیں۔ سعودی عرب کا یہ اقدام جہاں عربوں کی برسوں سے چلی آ رہی تہذیب و روایت کے خلاف ہے وہیں شرعی حکم کے بھی منافی ہے۔ سعودی عرب مغرب کی تقلید میں اتنا آگے جا چکا ہے کہ اب اسے اپنی دینی شبیہ کی بھی کوئی پروا نہیں رہی۔

ہندوستان میں سنہ 2018 میں حکومت ہند کی حج کمیٹی نے ”محرم کے بغیر خواتین کے سفرِ حج کا زمرہ“ بنایا اور پینتالیس (45) سال یا اس سے زیادہ عمر کی خواتین کو بغیر محرم کے حج کے لیے درخواست دینے کی اجازت دے دی جس میں اہل خواتین کے لیے چار (4) کے گروپوں میں زمرہ ”محرم کے بغیر سفر“ کے تحت حج کرنے کا انتظام کیا اور سنہ 2023 میں حکومت کے کہنے پر چار خواتین کی گروپ بندی کی ذمہ داری بھی ختم کر دی اور اب انفرادی اہل خواتین کو بھی محرم کے بغیر سفرِ حج کے لیے درخواست دینے کی اجازت دے دی گئی۔ چوں کہ حج کمیٹی آف انڈیا کے ذریعے بنائی گئی یہ نئی حج پالیسی خواتین کے تحفظ اور انتظامی امور کے موافق نہ ہونے کے ساتھ ساتھ صریح حکم شرعی کے بھی برخلاف ہے اس لیے پورے ملک میں اس کی مذمت کی گئی اور کی جا رہی ہے۔

شرعی نقطۂ نظر: حدیث شریف میں ہے: ابو سعید خدری رضِی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے باپ، بھائی، شوہر، بیٹے یا کسی محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع المحرم إلی الحج وغیرہ، رقم الحدیث: ۱۳۳۹)

ابو ہریرہ رضِی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حلال نہیں اس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر محرم کے ساتھ جو اس کی حفاظت کرے۔ (صحیح بخاری باب فی کم یقصر الصلوٰۃ وسمہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوماً ولیلۃ 48-1/147۔ صحیح مسلم باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ 34-1/433۔ سنن ابوداؤد کتاب المناسک باب المرأۃ تحج بغیر محرم 1/241)

”محرم“ عورت کا وہ رشتہ دار ہے جس سے نکاح کرنا نسب یا رضاعت یا سسرالی رشتے کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

ان احادیث میں صراحت ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہیں کر سکتی، ان میں کسی سفر کی تخصیص نہیں ہے؛ مگر چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں شاذ و نادر ہی تجارت، دعوت، یا جہاد کا سفر کرتی تھیں، ان کے زیادہ تر سفر، حج و عمرہ کے لیے ہی ہوتے تھے اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جانب توجہ نہ فرمائی ہو اور ہدایت نہ دی ہو، لہٰذا ان احادیث میں حج کا سفر بھی شامل ہے۔ صحابۂ کرام نے بھی ان احادیث سے یہی سمجھا کہ حج کا سفر بھی اس ممانعت میں داخل ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد کے لیے تیار ہوں اور میری بیوی حج کو جا رہی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم بھی بیوی کے ساتھ حج کو جاؤ اور جہاد کا ارادہ ابھی ترک کر دو۔ (دیکھیے: صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، حدیث نمبر: 1862، اور صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع المحرم إلی الحج وغیرہ، حدیث نمبر: 1341)

اس مسئلے میں بعض صریح حدیث بھی ہیں جن میں زوج یا محرم کے بغیر عورت کو براہ راست حج کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا:

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أنه قال...
قال النبي ﷺ: لا تحجن امرأة إلا ومعها ذو محرم.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز کوئی عورت محرم کے بغیر حج نہ کرے۔

(سنن دارقطنی، کتاب الحج، حدیث نمبر:2440)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اکثر خواتین قابل اطمینان تھیں؛ بلکہ سب کہا جائے تو بھی غلط نہیں ہوگا اور مرد بھی سب متقی و پرہیزگار تھے کیوں کہ وہ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بغیر محرم یا بغیر زوج کے سفر کی اجازت نہیں دی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عورت دوسری قابلِ اطمینان خواتین یا متقی اور پرہیزگار مردوں کے ساتھ بھی سفر نہیں کر سکتی۔ نیز عمر کی زیادتی اور خواتین کا تعدد بھی کافی نہیں بلکہ محرم کا ہونا ہی ضروری ہے۔

مذکورہ احادیث کے پیش نظر فقہاے حنفیہ نے فرمایا کہ عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا، ناجائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی۔ نابالغ بچہ یا مَعتُوہ کے ساتھ بھی سفر نہیں کر سکتی، ہمراہی میں بالغ محرم یا شوہر کا ہونا ضروری ہے۔ (فتاوی عالمگیری وغیرہ) عورت کو بغیر محرم یا بغیر شوہر کے حج کے لیے جانا حرام ہے اگر حج کرے گی تو ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔

(فتاوی رضویہ، جلد چہارم، ص691)

محرم کے لیے ضروری ہے کہ سخت فاسق بے باک وغیر مامون نہ ہو۔ لہٰذا اگر عورت مکہ معظمہ سے تا حدِ سفر دور ہو اس پر بغیر محرم حج فرض نہ ہوگا، یہی مذہب احناف ہے۔

(بہار شریعت حصہ 4، نماز مسافر کا بیان، صفحہ 101)

مسلک حنفی: حنفی مسلک میں عورت خواہ جوان ہو یا بوڑھی اس کے لیے حج پر جانے کے لیے محرم کا ساتھ ہونا شرط ہے، اگر کوئی بوڑھی عورت اپنے پڑوسی یا کسی اور غیر محرم کے ساتھ حج کو جانا چاہتی ہے تو نہیں جا سکتی ہے۔ اگر آخر عمر تک محرم نہ ملے تو وصیت کر جائے کہ میری طرف سے حج بدل کرا دیا جائے۔ رد المحتار میں ہے: یجب الإيصاء إن منع المرض أو خوف الطريق أو لم يوجد زوج ولا محرم. (شامی:2/200) اگر یہ شبہہ ہو کہ وصیت نافذ نہ کی گئی تو حج میرے ذمے باقی رہ جائے گا تو اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہو بھی جائے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگی، کیوں کہ اس نے اپنے ذمے کے واجب (وصیت کرنے) کو ادا کر دیا۔

مسلک شافعی: امام نووی شافعی فرماتے ہیں: امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ جب تک عورت اپنی عزت کے بارے میں مطمئن اور بے خوف نہ ہو اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہے۔ اور یہ اطمینان خواہ شوہر سے حاصل ہو خواہ نسبی محرم سے خواہ سسرالی محرم سے خواہ چند مستند عورتوں سے۔ ان تین (زوج، محرم، یا چند مستند عورتوں کی رفاقت) میں سے کوئی بھی میسر نہ ہو تو صحیح مذہب یہ ہے کہ عورت پر حج فرض نہیں ہوگا، خواہ صرف ایک عورت کی رفاقت میسر ہو یا نہ ہو۔ (شرح مہذب ج7، ص:86، دار الفکر بیروت)

علامہ نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ نفلی حج، زیارت، تجارت یا کسی اور مقصد کے لیے آیا عورت کسی ایک مستند اور معتمد عورت یا متعدّد معتمد عورتوں کے ساتھ سفر کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں سب سے معتمد قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے اور تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ یہی حکم صحیح ہے۔ کتاب الام میں بھی یہی مذکور ہے، اس سفر کے حرام ہونے کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں بغیر زوج یا محرم کے سفر سے ممانعت آئی ہے۔ (فتح العزیز شرح الوجیز مع شرح المہذب ج7، ص23و24 دار الفکر بیروت)

مسلک حنبلی: علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس عورت کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج واجب نہیں ہے۔ امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔ ابوداود کہتے ہیں میں نے امام احمد سے کہا ایک عورت امیر ہے اور اس کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج فرض ہے؟ کہا نہیں۔ (المغنی ج3، ص97، دار الفکر بیروت)

اگرچہ شافعیہ اور مالکیہ نے کچھ حدود و قیود اور شرطوں کے ساتھ گنجائش دی ہے کہ قابل اطمینان خواتین گروپ کے ساتھ فرض حج کا سفر کر سکتی ہے مگر عوام کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب جس کا قول چاہے اختیار کر لے۔ نیز ان ائمہ نے جو حدود و قیود اور شرائط رکھی ہیں عورتیں اولاً ان سے واقف نہیں ہوتیں اور اگر واقف بھی ہو جائیں تو ان کا کوئی لحاظ نہیں کرتیں اور ہر حال میں چلی جاتی ہیں جس کی وجہ سے خود ان ائمہ کے نزدیک بھی ان کا محرم کے بغیر سفر جائز نہیں ہوتا۔

رہا عورت کا تنہا انفرادی طور سے سفر حج کرنا تو یہ کسی بھی مسلک میں جائز نہیں۔ آج کل ہوائی سفر کی سہولت کی وجہ سے ایسی صورت

حال پیش آتی ہے کہ مثلاً ایک شخص اپنی ماں کو بمبئی ہوائی جہاز پر چڑھائے اور جدہ میں ان خاتون کا دوسرا بیٹا استقبال کو موجود رہے۔ اس طرح ہوائی جہاز پر صرف چند گھنٹے ایسے گزرتے ہیں جن میں کوئی محرم ساتھ نہیں ہوتا۔ آیا یہ صورت جائز ہوگی؟ اس سلسلہ میں اصولی طور پر یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ فقہا کے نزدیک سفر شرعی کے لیے تین دنوں کی مدت مطلوب نہیں ہے بلکہ اتنی مسافت مطلوب ہے جس کو انسان پیادہ رفتار میں تین دنوں میں طے کر سکے۔ اس طرح ظاہر ہے کہ ہوائی جہاز کا یہ سفر گو کہ چند گھنٹوں کا ہے مگر وہ بھی سفر شرعی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس مختصر وقت میں بھی نمازوں میں قصر کرنے کا حکم ہے اور رمضان المبارک میں روزہ افطار کرنے کی رخصت ہوتی ہے۔

شرعی اور فقہی نقطۂ نظر سے ہٹ کر عقلی و عملی طور پر بھی سفرِ حج میں خواتین کے ساتھ شوہر یا محرم کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

عقلی نقطۂ نظر: ایئر پورٹ اور جہاز میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں جن میں آوارہ، شریر اور بدمعاش بھی ہوتے ہیں، آج کے شر و فساد اور برائی کے زمانے میں شیطان انسانوں کو ورغلاتا ہے ان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، انھیں گناہ پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، خواتین کی طرف نظریں اٹھانے کی دعوت دیتا ہے، بدنگاہی تو عام ہو چکی ہے، ایئر پورٹ یا جہاز میں بھی بعض بدبخت رش کا فائدہ اٹھا کر خواتین سے بد تمیزی اور چھیڑ خوانی کر سکتے ہیں اور اپنے بے ہودہ جملوں کا نشانہ بنا سکتے ہیں، بلکہ آوارہ نوجوانوں یہ جرأت بھی کر بیٹھتے ہیں کہ جب وہ عورت کو اکیلی دیکھتے ہیں جس کے ساتھ محرم مرد نہیں ہوتا تو وہ اسے تنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس زمانے میں بے حیائی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ عورتوں کا پورا گروپ ہوتے ہوئے بھی شریر، آوارہ اور بدمعاش لوگ شرارت سے نہیں چوکتے۔ ایسے حالات میں جب شریعت اس کو حاضر ہونے کا حکم نہیں دیتی ہے بلکہ روکتی ہے تو بلا وجہ یہ خطرہ مول کر گنہ گار ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ حج کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے اور جب شریعت میں ایک بات سے منع کر دیا گیا ہو تو اس کے ارتکاب کی وجہ سے بجائے ثواب کے گناہ ہی ہوگا۔ ہندوستان میں رہنے والے اکثر مسلمان حنفی مسلک کے پیرو کار ہیں اور ان کے نزدیک بغیر محرم کے عورت اگر جائے تو حج تو اس کا ہو جائے گا؛ مگر اس سفر کا گناہ سر پر رہے گا۔

عورت پر بغیر شوہر یا بغیر محرم کے سفر حج کو لازم کرنا اس کی عزت و عفت کو غیر محفوظ چھوڑنا اور اسے مشقت میں ڈالنا ہے، جو بہت خطرناک ہے۔ یہ ایسا ہی جیسے مساوات اور آزادی کے نام پر یہ کہا جائے کہ اب ہمارے ملک کے وزیر اعظم بغیر سیکوریٹی اور محافظ دستہ کے کہیں بھی جانا چاہیں تو جائیں، ظاہر ہے یہ وزیر اعظم کے ایک حق کو ان سے چھیننا ہے، اسی طرح سفر میں محرم کی شرط کو ہٹانا عورت کو اس کے ایک حفاظتی حق سے محروم کرنا ہے۔ لہٰذا اسلام میں خواتین کے لیے یہ حکم کہ وہ بغیر محرم کے سفر نہ کرے، عورت کے ساتھ شفقت، اس کے لیے سہولت و راحت اور اس کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے ہے۔

عملی نقطۂ نظر: سفر حج میں قدم قدم پر ایسے مراحل سامنے آتے ہیں، جن میں عورت کو محرم مرد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر ان کی تمام ضرورتیں تنہا عورتوں سے پوری نہیں ہو سکتیں کیوں کہ عام طور پر عورت فطری اعتبار سے کمزور اور نازک واقع ہوئی ہے۔ حج کے سفر کے دوران، حج کی ادائیگی کے دوران، وہاں کی آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے درپیش بیماریوں اور دیگر پریشانیوں میں عورت بڑے سہارے اور مدد کی محتاج ہوتی ہے۔ مقام کی اجنبیت، قدم قدم پر لوگوں کا ہجوم، زبان سے ناواقفیت وغیرہ اسباب کی بنا پر مختلف مسائل اور دشواریاں درپیش ہوتی ہیں، بعض اوقات بہت سی قانونی کارروائیوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے، ان مواقع پر محرم رشتے دار یا شوہر کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ بعض اوقات سفر کے دوران گاڑی وغیرہ میں بیماری میں اتارنے چڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ کام محرم یا شوہر کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔

اس لیے شریعت کا یہ حکم کہ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر حج یا دوسرا سفر نہ کرے بڑی حکمت و دانائی پر مشتمل ہے، اس میں ان کی ضرورت، سہولت، راحت اور تمام تر حفاظت کا بھرپور لحاظ کیا گیا ہے۔ اس لیے دینی دنیوی دونوں اعتبار سے بھلائی اسی میں ہے کہ عورتیں اسلامی احکام کے مطابق سفر حج کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کے مقابلے میں فطری طور پر کمزور اور نازک بنایا ہے چاہے وہ ترقی اور آزادی نسواں کے نام پر گھروں سے نکلنے کے پروگرام بناتی رہیں اگر وہ اسلامی حدود و قیود کو اپنی زندگی کی زینت نہیں بنائیں گی تو وہ غیر محفوظ ہوتی چلی جائیں گی۔ ***

دور جدید کے مسائل نسواں

تسنیم فرزانہ، بنگلور

دورِ قدیم سے دنیا کے ہر خطے میں عورت مظلوم رہی ہے اکثر مذاہب نے عورتوں کے متعلق پست خیالات کا اظہار کیا ہے جس کی بنا پر عورت کو بوجھ سمجھا گیا تھا۔ دور جدید میں نشاۃ ثانیہ کے بعد جب زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب آیا تو عورت کی آزادی اور مساوات کا تصور ابھرا۔

بیسویں صدی کے اوائل میں جب صنعتی ترقی کا ظہور ہوا اور اس کا پھیلاؤ بڑھا تو الگ الگ تہذیبوں کے ملاپ سے مختلف نظریات وجود میں آنے لگے تب اہل یورپ کو عورت کی ازلی مظلومیت کی انتہائی حدوں پر موجودگی کا گہرائی سے احساس ہوا تو انھوں نے اس کا مداوا کرنے کے لیے آزادیٔ نسواں کے حق میں دلائل فراہم کیے۔ اس کے نتیجے میں آزادیٔ نسواں کی بہت سی تحریکیں پروان چڑھیں۔ 28 فروری 1909 کا سوشلسٹ پارٹی آف امریکہ نے پہلا یومِ خواتین منایا۔ 1910 کو کوپن ہیگن میں سوشلسٹ میٹنگ نے ایک عالمی یومِ خواتین کی بنیاد ڈالی جس میں انھوں نے خواتین کے حقوق اور ووٹ ڈالنے کی مانگ کی اس فیصلے کا خیر مقدم، تقریباً 17 ممالک کی 100 خواتین نے بھرپور تائید کے ساتھ کیا۔ جس کے نتیجے میں فن لینڈ میں 3 خواتین ممبر پارلیمنٹ بنیں۔ اسی طرح کی بہت ساری تحریکات وقتاً فوقتاً ابھرتی رہیں جس کے نتیجے میں اقوام متحدہ نے 8 مارچ کو "عالمی یومِ خواتین" منانے کا اعلان کیا اور اس دن کو عالمی سطح پر مساوات مرد و زن اور امن و سلامتی کے حصول میں ایک سنگ میل قرار دیا۔ ان تحریکات سے جو نظریات حاصل ہوئے اور جن پر نئے مغربی معاشرے کی بنا رکھی گئی اور دور حاضر میں بھی اس پر عمل آوری ہو رہی ہے وہ یہ ہیں۔

- عورتوں اور مردوں کی مساوات
- عورتوں کا معاشی استقلال
- دونوں صنفوں کا آزادانہ اختلاط

عورت کو ان چیزوں کی وجہ سے سماجی زندگی میں تھوڑا بہت فائدہ ہوا لیکن ہم ذرا ٹھہر کر غور کرتے ہیں تو ہمیں چند باتیں اظہر من الشمس نظر آتی ہیں۔

مساوات کے معنی یہ سمجھ لیے گئے کہ عورت اور مرد نہ صرف اخلاقی مرتبہ اور انسانی حقوق میں مساوی ہیں، بلکہ تمدنی زندگی میں بھی عورت وہی کام کرے جو مرد کرتے ہیں۔ اسی طرح اس کے لیے بھی ہوں۔ مساوات حاصل کرنے کی جدوجہد نے عورت کو اس کے فطری مسائل سے غافل کر دیا ہے۔ اب وہ انتخابات کی جدوجہد، دفتروں و کارخانوں کی ملازمت تجارتی و صنعتی پیشوں میں مردوں کے ساتھ مقابلہ کرنے، کھیلوں، سوسائٹی اور کلب کے پروگراموں میں اسٹیج، رقص و سرور کی محفلوں کی مصروفیات میں اس طرح الجھ گئی کہ اس کو ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں، بچوں کی تربیت، خاندان کی خدمت، گھر کی تنظیم کا کچھ ہوش نہیں رہا۔

معاشی استقلال نے عورت کو مرد سے بے نیاز کر دیا قدیم اصول تھا کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام سنبھالے، اب وہ بدل گیا دونوں کمائیں اور گھر کا نظم بازار کے حوالے کر دیا جائے۔ جو عورت اپنی روٹی آپ کماتی ہو، اپنی ضروریات کی خود کفیل ہو، اپنی زندگی میں دوسرے کی حفاظت و اعانت کی محتاج نہ ہو، وہ کیوں کسی کی پابند رہے گی؟

اس کے نتیجے میں یہ ہوا کہ خواتین تجرد پسند بن گئیں۔ جن کی زندگیاں آزاد شہوت رانی میں بسر ہونے لگیں۔ مناکحت کے رشتے میں بھی پائیداری نہیں رہی زوجین ایک دوسرے سے بالکل بے نیاز ہو گئے، خواتین آپسی تعلقات میں کسی مراعاتِ باہمی اور مدارات compromise کے لیے تیار نہیں ہیں۔ نتیجتاً اس کا اختتام طلاق یا تفریق پر ہوتا ہے۔

مانعِ حمل، قتلِ اولاد، شرحِ پیدائش کی کمی اور ناجائز اولاد کی بڑھتی ہوئی تعداد اسی معاشی استقلال کی رہینِ منت ہے۔ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط نے عورتوں میں حسن کی نمائش، عریانی اور فواحش کو غیر

معمولی ترقی کی طرف گامزن کردیا۔ صنفی میلان جو پہلے ہی فطری طور پر موجود رہتا ہے اس آزادانہ میل جول سے اور بڑھ گیا۔ مردوں کے لیے مقناطیس، اور جاذب نظر بننے کی خواہش نے عورت کو اتنا آگے بڑھا دیا کہ شوخ وسنگ لباسوں نئے نئے فیشن، میک اپ کی نت نئی اشیاء سے اس کی تسکین نہیں ہوئی تو کپڑے بھی چھوٹے کردئے اور اس کو آرٹ کا نام دے دیا گیا اور یہ چیزیں گھن بن کر نوجوان نسل کی ذہنی وجسمانی قوتوں کو کھا رہی ہیں۔ اس کے نتیجے میں انسان کو وہ امن وسکون اور سکون میسر نہیں ہے جو تعمیری وتخلیقی کاموں کے لیے درکار ہے۔ یہی نہیں ایسے ہیجانات کے درمیان خصوصاً نوجوان نسل کو وہ ٹھنڈی وپرسکون فضا میسر ہی کہاں ہے جو ان کی ذہنی و اخلاقی قوتوں کی نشوو نما کے لیے ضروری ہے۔ بدکاری، بے حیائی اور امراض خبیثہ کی بڑھوتری میں بھی اسی آزادانہ اختلاط کا بڑا دخل ہے۔

آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگا کر اور مردوں کے مقابلے میں آگے جانے کی سوچ لے کر عورت نے خود کو ایک دوراہے پر کھڑا کر لیا ہے۔ اس نے اپنے ہمہ جہت کردار سے غفلت برتنی شروع کردی ہے۔ ماں بہن بیٹی کی حیثیت سے اس کے رول میں کوتاہی نظر آتی ہے گھر اور خاندانی نظام بکھر رہا ہے۔ آزادی کے نام پر الوہی تعلیمات سے دوری اور خدا بیزار تہذیب پروان چڑھ رہی ہے اور آزادانہ زندگی کو ترجیح دی جارہی ہے۔

یومِ خواتین کے موقع پر دنیا بھر میں women Empowerment کے نام پر مختلف نظریات پیش کیے جاتے ہیں جو افراط وتفریط کا شکار ہوتے ہیں۔ اس موقع پر اسلام کے تصور امپاورمنٹ اور سماجی فعالیت کے نقطہ نظر کو درست انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ مذہب نے عورت کو اس کے حقیقی نسوانی رول کے لیے قوت بخشی ہے اور اس کے لیے وہ مواقع، قوتیں اور سہولیات عطاء کی ہیں جو اس رول کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے۔ اس کو ان ذمہ داریوں سے محفوظ رکھا ہے جو اس کے لیے دوہرے بوجھ کا باعث اور اس کی نسوانی ذمہ داری سے ٹکراتی ہو۔ دین میں تصوّرِ بیداری مغرب کے تصوّر بیداری سے مختلف بھی ہے اور مکمل بھی ہے۔ اسلام عورت سے اس کی نسوانیت نہیں چھینتا ہے جب کہ مغرب اس میں فعالیت اور قوت تو پیدا کرتا ہے لیکن اس کی نسوانیت چھین کر اس کا نقصان ہی نہیں کرتا ہے بلکہ بچوں کی تربیت، خاندان کی ذمہ داری جیسے رول سے آزاد کرنے کی کوشش کرتا ہے جو کسی صحت مند سماج کی تعمیر کے لیے نقصان دہ ہے۔ لہٰذا اس بات کا خصوصی خیال رکھا جائے کہ آزادی اور فعالیت کے نام پر ہر نئی چیز قابل قبول نہ ہو بلکہ صحیح تصور پیش کیا جائے۔ عام نسوانی تحریکات کے مقابلے میں ہمیں کچھ خاص باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

یومِ خواتین کے موقع پر عام نسوانی تحریکات مردوں اور عورتوں کے درمیان کشمکش کی بات کرتی ہیں اور تمام قوت مردوں کی مخالفت میں صرف کرتی ہیں۔ یہ مناسب رویہ نہیں ہے بلکہ اس موقع پر مردوں کو ذلیل کرنے کے بجائے عورت کی عظمت کو بحال کرنے کی کوشش ہونی چاہیے۔

کچھ اہم کام جو کیے جانے چاہئیں:

اس موقع سے خواتین میں جو فعالیت پیدا ہوگی اس کے ذریعے کچھ اہم محاذ پر فوری وطویل مدتی کام کیے جانے چاہیے۔ جیسے
• ملک کی خواتین کی صورتحال کا صحیح تجزیہ کرنا اور اس کو حل کرنے کے لیے تدابیر پر مناسب لائحہ عمل پیش کرنا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جدوجہد کرنا۔

- طالبات ان مسائل پر تحقیقی کام کریں اور ملکی سطح پر بحثیں ہوں۔
- قانونی اور انتظامی سطح پر بھی مسائل کے حل کے لیے کوششیں ہوں۔
- خواتین اور ان کے مسائل سے متعلق عوامی سطح پر بیداری کا کام کیا جائے۔
- کسی بھی مسئلہ کو صرف ایک فرقہ کا مسئلہ نہ جان کر پوری انسانیت کی بھلائی کا کام جانا جائے۔
- اسلام نے عورت کو جو مقام عطاء کیا ہے اور زندگی گزارنے کا جو درست طریقہ بتایا ہے اس سے تمام انسانوں کو واقف کرایا جائے۔

عام نسوانی تحریکات کے مقابلے میں ہمیں کچھ خاص باتوں کا خیال رکھنا چاہئے:

یومِ خواتین کے موقع پر عام نسوانی تحریکات مردوں اور عورتوں کے درمیان کشمکش کی بات کرتی ہیں اور تمام قوت مردوں کی مخالفت میں صرف کرتی ہیں۔ یہ مناسب رویہ نہیں ہے بلکہ اس موقع پر مردوں کو ذلیل کرنے کے بجائے عورت کی عظمت کو بحال کرنے کی کوشش ہونی چاہیے۔ ■■■

گوشۂ ادب

جماعت احمدیہ غیر مسلم مرتد ہے

علامہ مفتی عبدالرحمان نعیمی اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله النبي الأمين خاتم النبيين صلى الله عليه وآله واصحابه أجمعين

الحمدللہ ہمیں یہ اعزاز اور سعادت حاصل ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہیں۔ اس دنیا آب و گل میں ایسے نفوس قدسیہ کی حیات مستعار قابلِ رشک اور قابلِ تقلید ہے جنہوں نے ختم نبوت اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی ہیں۔ ان خوش نصیب شخصیات میں سے ایک نمایاں نام علامہ مفتی عبد الرحمان نعیمی زید شرفہ کا ہے۔ عصر حاضر میں آپ بے سروسامانی کے باوجود ختم نبوت کے تحفظ میں ہر محاذ پر سرگرم عمل ہیں اور فتنۂ قادیانیت کے تعاقب میں مصروف ہیں۔ پیش نظر تقدیم میں آپ کی کتاب زیست سے آپ کی حیات وخدمات کے چند نمایاں پہلو قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش خدمت ہیں۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است: ابو احمد علامہ مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ کا تعلق قوم سیال سے ہے۔ آپ کب خانوادہ جھنگ سے ہجرت کرتا ہوا ضلع گجرات کے مختلف علاقوں میں آکر آباد ہوا۔ آپ کے خاندان کے کچھ افراد وزیر آباد کے قریب کوٹ وارث گکھڑ میں اقامت پذیر ہوئے جو آج شعبۂ کاشت کاری سے منسلک ہیں اور بڑی زمینوں کے مالک ہیں۔ ان میں سے کچھ افراد نے ملازمتیں اور دیگر پیشے اختیار کر لیے۔

والدین کریمین: علامہ مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ کے والدین گجرات شہر میں اقامت پذیر ہوئے اور محنت مزدوری کر کے اپنی اولاد امجاد کی پرورش کی اور انہیں تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔

آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی صوفی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (م:1419ھ/1999ء) ہے۔ آپ نہایت متقی اور پرہیز گار انسان تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری دس سالوں میں ہر رمضان المبارک اپنے پیر و مرشد صوفی باصفا پیر صوفی کرم الٰہی سرکار نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م:1425ھ/2004ء/آستانہ عالیہ غوثیہ نظیریہ شادمان کالونی رحمان شہید روڈ گجرات) کی معیت میں گزارنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہاں اعتکاف کرتے جس میں ہر رات کو سو رکعات نوافل کی ادائیگی ان کا معمول رہا۔ آپ کے سفر آخرت کے مناظر بھی دیدنی تھے۔ آپ نے ذکر شریف اور درود شریف پڑھتے ہوئے داعیٔ اجل لبیک کہا۔

آپ کی والدہ ماجدہ نذیر بیگم رحمۃ اللہ علیہا (م:1439ھ/2018ء) بھی عابدہ زاہدہ تھیں۔ آپ بھی نمازِ پنجگانہ کے بعد کثرت سے ذکر و اذکار اور درود و سلام پڑھتی تھیں۔ صدقات و خیرات، صلہ رحمی اور غریب پروری میں ساری زندگی سرگرم عمل رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں چھ فرزندان اور ایک دختر نیک اختر سے نوازا ہے۔ فرزندان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

محمد مظہر حسین، حافظ قاری پیر صوفی اظہر حسین نقشبندی، محمد شیر علی، مفتی عبدالرحمان نعیمی علامہ محمد ظفر اقبال نعیمی، محمد عمران، ماشاء اللہ، ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

آفتاب آمد: 1404ھ/16/مارچ 1984ء کو قطب الاقطاب شیخ المشائخ فخر السادات حضرت شیخ کبیر الدین المعروف شاہ دولہ دریائی رحمۃ اللہ علیہ کی نگری گجرات کے محلہ گڑھی احمد آباد میں خاندان سیال کے ایک معزز گھرانے کے فرد فرید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (م:1419ھ/ 1999ء) کے آنگن میں ایک باسعادت فرزند

ارجمند کی ولادت ہوئی جسے بعد میں مفتی عبدالرحمان نعیمی کے نام سے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا اور جو دنیائے علم وفضل میں آفتاب بن کر چمکا۔

تعلیم وتربیت: آپ کے والدین نے اپنی اولاد امجاد کی دینی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ کے سب سے بڑے سے چھوٹے بھائی صوفی اظہر حسین صاحب نقشبندی زید شرفہ کو جب حفظ القرآن کی سعادت میسر آئی اور ان کی روحانی نسبت اپنے شیخ کامل صوفی باصفا حضرت پیر صوفی کرم الہی سرکار رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شیخ المشائخ قطب الاولیا باواجی صاحب بانی موہڑہ شریف حضرت بابا جی قاسم صادق نقشبندی موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور منظور نظر خلفا میں سے ہیں، توانھوں نے نے اپنی اکلوتی صاحبزادی کا عقد مسنونہ بھی آپ کے بھائی سے کر دیا۔

انہی پاک طینت ہستیوں کی زیر نگرانی آپ کے دینی وتعلیمی سفر کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تقریباً ڈیڑھ پونے دو سال کے عرصہ میں 1416ء/ 1995ء میں 11 سال کی عمر میں آستانہ عالیہ غوثیہ نظیریہ شادمان کالونی گجرات میں اپنے برادر اکبر قاری صاحب سے حفظ القرآن مکمل کیا۔

الحمد للہ، صوفی باصفا پیر صوفی کرم الہی سرکار نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت وتزکیۂ نفس کی برکت اور والدین کی سرپرستی سے آپ بلوغت سے اب تک صاحب ترتیب نمازی ہیں۔

آپ نے اپنے والدین، بڑے بھائی جو کہ استاذ الحفاظ واستاذی المکرم بھی ہیں اور بڑے حضرت کی زیر نگرانی علوم متداولہ کے حصول کے لیے مختلف مدارس مراڑیاں شریف گجرات میں مفتی اعظم پاکستان اشرف المشائخ پیر مفتی محمد اشرف القادری نور اللہ مرقدہ، پیشوائے اہل سنت مجاہد اسلام مفسر قرآن پیر محمد افضل قادری زید شرفہ اور پیر طریقت صوفی اسلام حضرت علامہ پیر معروف سبحانی صاحب زید شرفہ سے اکتساب فیض کیا اور ابتدائی کتب وترجمۃ القرآن پڑھا، پھر نہایت تبحر عالم دین حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی کے شاگرد عزیز مولانا طفیل احمد نعیمی رحمھما اللہ تعالی سے درس نظامی کی ابتدائی فارسی وصرف ونحو کی کتب پڑھیں۔

1996ء میں صوفی باصفا پیر صوفی کرم الہی سرکار نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اہل سنت کی معروف درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخلہ لیا اسی سال جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں پہلی دفعہ درس نظامی کی کلاسز کا آغاز ہو رہا تھا۔ استاذ الاساتذہ جامع معقول ومنقول حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ نے آپ کو شیخوپورہ بھیج دیا جہاں پر آپ نے فارسی اور صرف ونحو کی کتب ایک سال میں اپنے مشفق استاذ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد نصر اللہ جان صاحب ہزاروی دامت برکاتہم القدسیہ سے پڑھیں بعد ازاں آپ نے استاذ العلما حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرحمان جامی گلگتی دامت برکاتہم العالیہ حال مقیم فاروق آباد، استاذ العلما مولانا خلیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ اور مناظر اسلام مفتی جمیل قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ (شیخوپورہ) سے فنون اور ادب میں بھی اکتساب فیض کیا۔ آپ نے دوران تعلیم جامعہ اور جامعہ کی مسجد کے تعمیری کام میں بھی اپنے اساتذہ کرام کی نگرانی میں اپنے ہم جماعت طلباء کرام کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس طرح آپ کے پہلے چار سال جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں مکمل ہوئے

پھر علوم عصریہ کا حصول ہمارے ممدوح کو کشاں کشاں لاہور لے گیا جہاں پر دار العلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں شہید پاکستان حضرت علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کمال شفقت ومہربانی سے داخلہ ملا جہاں پر بھی بڑے شفیق، محنتی، محقق اساتذہ کرام کی شفقتیں اور محبتیں آپ کے حصے میں آئیں۔ ان میں شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مولانا عبدالعلیم سیالوی دامت برکاتہم العالیہ، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی عبداللطیف مجددی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مولانا مفتی محمد انورالقادری دامت برکاتہم العالیہ، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام نصیر الدین نصیر چشتی زید شرفہم، شہید پاکستان شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ نعیمیہ، علامہ مولانا محبوب احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ، مولانا محمد خلیل احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں جن سے آپ نے نہ صرف دیگر علوم وفنون پڑھے بلکہ آپ نے کتب احادیث پڑھیں۔

1425ء/2004ء میں آپ نے دورہ حدیث کیا اور دیگر کورسز کی اسناد بھی حاصل کیں۔ اساتذہ کرام سے فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان سے بھی شھادۃ العالمیہ

مساوی ایم اے عربی واسلامیات کی اسناد حاصل کیں۔ الحمدُ للہ۔

جامعہ کے شعبہ علوم عصریہ سے لاہور بورڈ سے میٹرک، ایف اے، فاضل عربی کے امتحانات بھی پاس کیے اور جامعہ کے ہی شعبہ کمپیوٹر سیکشن سے مختلف کمپیوٹر کورسز کیے بعدازاں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے بی اے اور ریگولر کلاسز کے ذریعے ایم اے عربی کے امتحانات بھی پاس کیے۔

بیعت وارادت: زمانہ طالب علمی میں ہی آپ نے صوفی باصفا حضرت پیر صوفی کرم الٰہی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نسبت رسولی میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضرت کی معیت میں کئی دفعہ آپ کے مرشد خانہ موہڑہ شریف میں بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

درس وتدریس: علامہ مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ نے درس نظامی سے فراغت کے بعد اپنے استاذی المکرم شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر سیالکوٹ پکا گڑھا جامعہ اویسیہ گوھریہ میں کچھ مدت کے لیے درس نظامی کے اسباق کی درس و تدریس اور ناظم تعلیمات کے فرائض انجام دیئے۔ ڈاکٹر صاحب کے حکم پر ہی ڈھانگری شریف (فیض پور شریف) چکسواری میرپور آزاد کشمیر میں آستانہ عالیہ پر قائم ادارے میں بطور صدر مدرس درس نظامی کے فرائض سرانجام دیئے۔

ازدواجی زندگی: صفر المظفر 1438ھ/6/نومبر 2016ء میں غازی عامر چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سرزمین ساروکی چیمہ میں کھوکھر بھٹی کے ایک نہایت ہی معزز گھرانے کے ایک ممتاز اور نفیس فرد حاجی منظور حسین رحمۃ اللہ علیہ (م:1438ھ/2016ء) کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد مسنونہ ہوا۔ ماشاءاللہ، آپ کی اہلیہ بھی قرآن کریم کی حافظہ اور عالمہ فاضلہ ہیں۔

اولاد امجاد: اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک فرزند ارجمند اور تین صاحب زادیوں سے نوازا ہے۔

صاحب زادہ محمد احمد مجددی نے چھ سال کی عمر اور بارہ ماہ کے قلیل عرصہ میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔

بڑی دختر نیک اختر نفیسہ عبدالرحمان بھی آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئی۔

دوسری دختر نور فاطمہ بھی قرآن کریم کے سات پارے حفظ کر چکی ہے۔ تیسری عائشہ ابھی چھوٹی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کے سارے خانوادے کو ہمیشہ شاد و آباد اور با مراد رکھے اور ان کے علم و فضل میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

تحریکِ لبیک میں کردار: درس نظامی سے فراغت کے بعد بہت جلد ہی آپ نے دعوت و عزیمت کو اختیار کیا۔ امیر عزیمت امیر المجاھدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے جب غازی ملک ممتاز حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ملک گیر رہائی کی تحریک کا آغاز کیا تو آپ کو ضلع گجرات میں اس تحریک کا کنوینر منتخب کیا گیا۔ جس میں آپ کو جانگسل مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ جب رہائی تحریک نے تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت اختیار کی تو آپ کو اس تحریک کا ضلعی امیر نامزد کیا گیا۔ اس دوران آپ پر ایجنسیوں اور پولیس کی طرف سے بے تحاشا تشدد کیا گیا اور آپ کے خلاف تقریباً دس بارہ ایف آئی آر کا اندراج ہوا اور کئی بار آپ کو پنجاب کی مختلف جیلوں میں قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزارا گیا۔

2018ء کے انتخابات میں آپ نے شہر گجرات سے تحریک کے پلیٹ فارم سے ایم پی اے کا انتخاب بھی لڑا۔

ادارہ نور الاسلام گجرات: علامہ مفتی عبد الرحمان نعیمی زید مجدہ نے اسلام کی تبلیغ واشاعت، عقیدۂ ختم نبوت اور ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کے لیے اپنے مخلصین اور محبین کے ساتھ مل کر جمادی الثانی 1433ھ/13/مئی 2012ء کو ادارہ نور الاسلام گجرات (رجسٹرڈ) کا قیام عمل لایا۔

ختم نبوت سنٹر گجرات: ۱۲/مئی 2018ء کو ضلعی ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور پیشوائے اہل سنت پیر محمد افضل قادری دامت برکاتہم العالیہ جب ادارہ نور الاسلام گجرات کے دفتر میں تشریف لائے تو ان دونوں رہنماؤں نے مفتی عبدالرحمان نعیمی کی خواہش پر ختم نبوت سنٹر کے سنگ بنیاد کے لیے ایک اینٹ نصب

فرمائی اور اس کی جلد تعمیر کے لیے دعا بھی فرمائی۔

28رجب المرجب 1440ھ/4/4/اپریل 2019ء کو مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ نے اپنے رفقاء الحاج حافظ فیصل محمود نقشبندی، حافظ قاری پیر اظہر حسین نقشبندی اور علامہ عبدالرشید اویسی کے ساتھ مل کر علماء و مشائخ کے جھرمٹ میں کثیر رقم خرچ کر کے ختم نبوت سنٹر گجرات کے قیام کو ممکن بنایا۔

ختم نبوت کا تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کی سرگرمیوں کی روک تھام کرنا ختم نبوت سنٹر کے اولیں اغراض و مقاصد ہیں اور اس کے قیام سے لے کر اب تک اس کے مثبت نتائج سامنے آرہے ہیں۔

عالمی تحفظ ختم نبوت پاکستان:
10/ صفر المظفر 1444ھ/7/ستمبر 2022ء کو ختم نبوت سنٹر گجرات کے زیر اہتمام گجرات میں ایک نہایت ہی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہوا تو اس موقع پر سینکڑوں علماء و مشائخ اور مجاہدین ختم نبوت کی موجودگی میں فتنۂ قادیانیت کی جماعت مرتدین کی ارتدادی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے متفقہ طور پر عالمی تحریک تحفظ ختم نبوت پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا اور اتفاق رائے سے ہمارے ممدوح مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ کو اس تحریک کا کنویئر اعلیٰ نامزد کیا گیا۔

ختم نبوت کانفرنسیں: علامہ مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ جب تحریک لبیک کے ضلعی امیر تھے تو وقت سے ہی ختم نبوت کانفرنسیں انعقاد کرانے میں پیش پیش رہے۔ پھر آپ نے ادارہ نور الاسلام گجرات، ختم نبوت سنٹر گجرات اور عالمی تحریک تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام بے شمار ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کروا کر شعور تحفظ ختم نبوت کو اجاگر کیا۔ ایک اندازہ کے مطابق اب تک آپ پچاس کے قریب ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کروا چکے ہیں۔ اس پر گجرات، سرائے عالم گیر، لالہ موسیٰ، جلال پور جٹاں، جہلم، کوٹلے، ساروکی جیسے مقامات شاہد و ناطق ہیں۔ اب تک ان مقامات سے ان کانفرنسوں کی گونج سنائی دے رہی ہے۔

ختم نبوت سیمینارز: ادارہ نور الاسلام گجرات اور ختم نبوت سنٹر گجرات کے زیر اہتمام اب تک آپ پانچ ختم نبوت سیمینار منعقد کروا چکے ہیں۔

ختم نبوت کورسز: عوام الناس کے قلوب و اذہان میں عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اجاگر کرنے کے لیے آپ 2020ء سے ہر سال ختم نبوت کورسز کروا رہے ہیں۔

ختم نبوت اجتماعات: آپ کی کاوشوں سے ادارہ نور الاسلام گجرات عالمی تحریک تحفظ ختم نبوت پاکستان اور ختم نبوت سنٹر گجرات کے زیر اہتمام گجرات میں ہر جمعرات بعد نمازِ مغرب تا عشاء ختم نبوت اجتماعات بھی باقاعدگی سے منعقد ہوتے ہیں۔

جشن ختم نبوت: مملکت خداداد پاکستان کی تاریخ میں سات ستمبر 1974ء کا دن ہماری تاریخ میں ایک اہم دن ہے جس میں سرکاری طور پر مرزا قادیانی اور اس کے تمام حامیوں کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ علامہ مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ ہر سال سات ستمبر کو نہایت ہی شان و شوکت سے "جشن ختم نبوت" کے طور پر مناتے ہیں اور اکابرین ختم نبوت کی گراں قدر خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

صوبائی اسمبلی پنجاب میں فتنۂ قادیانیت کے خلاف قرارداد: ختم نبوت سنٹر گجرات کی کاوشوں سے صوبائی اسمبلی پنجاب میں فتنۂ قادیانیت کے خلاف باضابطہ قادیانیوں کو مرتد لکھ کر سات ستمبر کو "یوم ختم نبوت" کے طور پر سرکاری سطح پر منانے کے لیے ایک قرارداد بھی منظور کرائی گئی ہے۔

جہاد بالقلم کے محاذ پر معرکہ آرائیاں:

(1) عقیدۂ ختم نبوت اور فتنۂ مرزائیت:

دوران تدریس ہی ہمارے ممدوح مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ کو قائد جہاد کشمیر صدر جمعیت علما جموں و کشمیر پیر محمد عتیق الرحمان فیض پوری رحمۃ اللہ علیہ سابق ممبر آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے ساتھ کشمیر کے مختلف علاقے دیکھنے کا موقع ملا۔ ضلع کوٹلی کشمیر کا ایک خوبصورت علاقہ ہے جس کو مدینۃ المساجد بھی کہا جاتا ہے یہیں پر آستانہ عالیہ گلہار شریف ہے جن کے بزرگوں کو ڈھانگری شریف سے فیض ہے اس ضلع اور مضافات میں قادیانی ذریت بڑی تعداد میں موجود ہے اور ان کی سرگرمیاں اپنے عروج پر ہیں ان کی ریشہ دوانیوں کو روکنے کے لیے پیر صاحب نے اپنی جماعت کے زیر اہتمام ختم نبوت کانفرنسز کا انعقاد جب شروع کیا تو آپ کو یہ ذمہ

داری سونپی گئی کہ آپ جہاد بالقلم کے محاذ پر کام کریں اور قادیانی ذریت کی اصلیت کو سامنے لانے کے لیے رسائل مرتب کریں، جرائد میں مضامین لکھیں، پمفلٹ شائع کریں چونکہ آپ کو دوران طالب علمی میں بھی شہید پاکستان علامہ مفتی ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ کرام و شخصیات کے ساتھ اس محاذ پر کام کا موقع مل چکا تھا لہذا پیر صاحب اور دیگر جماعتی قائدین کی آواز پر آپ نے لبیک کہتے ہوئے جہاد بالقلم کے محاذ پر کام کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ آپ نے لاہور کے لیے رخت سفر باندھا اور جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو کی لائبریری میں بیٹھ کر پہلا باضابطہ مقالہ لکھا جسے ''عقیدہ ختم نبوت اور فتنۂ مرزائیت'' کا نام دیا گیا۔

جس میں آپ نے عقیدہ ختم نبوت اور مرزائیت کے فتنے کے بارے قدرے تفصیل سے لکھا۔ آپ کے اس رسالے کو پانچ ہزار کی تعداد میں جمعیت علمائے جموں وکشمیر کے زیر اہتمام چھپوایا گیا اور کوٹلی ومضافات وکشمیر میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنسز میں تقسیم کیا گیا جس کے خاطر خواہ نتائج مرتب ہوئے اور لوگوں کو مرزا آنجہانی اور اس کی ذریت کی خباثتوں سے آگاہی ہوئی۔ اس کے علاوہ مختلف جرائد ورسائل میں بھی ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ عظیمہ کے رد میں کئی مضامین ومقالات شائع کروائے گئے۔ ختم نبوت مشن کی آبیاری کرنے اور مرزائیت کو بے نقاب کرنے کے حوالے سے یہ رسالہ آپ کے قلمی سفر کا آغاز ثابت ہوا جو الحمدُللہ آج بھی جاری وساری ہے اور تادم زیست ان شاءاللہ جاری رہے گا

(2) جماعت احمدیہ غیر مسلم مرتد ہے :

ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں علامہ مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ کی یہ دوسری قلمی کاوش ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اسی سال کے آغاز میں چھپ کر سامنے آیا تھا۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن مزید اضافات کے ساتھ شائع ہو کر سامنے آرہا ہے۔ لغت کی رو سے "اسلام سے پھرا ہوا" مرتد کہلاتا ہے۔ مرزا قادیانی آنجہانی اور اس کے سارے حامی کافر و مرتد اور زندیق ہیں۔ اس پر اس کے کفریات اور ہفوات شاہد و ناطق ہیں۔ اس کی زندگی سراپا شرمندگی میں علمائے عرب وعجم نے اس کی تکفیر کرکے اسے دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ عدالتوں نے اس کے تمام دعووں کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ بلا شک وشبہ مرزا قادیانی ایک فتنۂ عظیمہ، مجموعۂ تضادات، منبع فسادات اور فضلۂ بکواسات ہے۔

فاضل مصنف علامہ مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ نے پیش نظر کتاب میں جہاں ایک طرف عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قرآن وحدیث کے ناقابلِ تردید حوالے دیئے ہیں۔ وہاں آپ نے مرزا قادیانی آنجہانی کی کتابوں کی خانہ تلاشی لے کر اس کی اصلیت بھی قارئین کے سامنے رکھ دی ہے۔

کتاب جہاں قرآن وحدیث کے دلائل و براہین سے مزین ہے وہاں جھوٹے مدعیان نبوت کی سیاہ تاریخ کے کئی اوراق بھی ہیں۔ جھوٹے مدعیان نبوت اور مرتد اعظم اور اس کی جماعت مرتدین کی مماثلت کا ایک آئینہ بھی ہے جس میں مرزا قادیانی آنجہانی، مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے ساتھ کھڑا نظر آتا ہے۔

کتاب میں آئین پاکستان کی روشنی میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف شامل کی گئی ہے۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے حوالے سے بھی قادیانی ذریت کی خبر لی گئی ہے۔

فاضل مصنف نے قادیانی کتب بالخصوص مرزا کے "روحانی خزائن" جو اصل میں "شیطانی خزائن" ہیں سے بھرپور اقتباسات نقل کرکے اس کے تضادات، ہفوات، ارتدادات، کفریات اور اس کے مخصوص افکار ونظریات قارئین کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔

آپ نے کتاب میں مرتد اعظم کے خلاف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے گئے پانچ رسائل کا ایک مختصر مگر جامع جائزہ بھی لیا ہے۔ نیز اس کتاب میں مرتد کی وراثت، احکام المرتدین بھی دیئے گئے ہیں۔ بہار شریعت اور الهدایہ سے بھی چند مسائل پیش فرمائے گئے ہیں۔

ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد و ابطال کے لیے یہ ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے۔ اس میں آپ نے ختم نبوت کے تحفظ کے لیے نہایت ہی مسکت دلائل دیئے ہیں اور مرتد اعظم کی تاریخ کذب وافتراء کا خلاصہ بھی پیش فرما دیا ہے۔ گویا آپ نے اس کتاب میں دریا کو کوزے میں بند کرنے کی نہایت ہی عمدہ کاوش فرمائی ہے۔ یہ کتاب کا نقش ثانی ہے اور یہ ہر لحاظ سے نقش اول سے بہتر اور نمایاں نظر آئے گا۔ ان شاءاللہ۔

پیش نظر کتاب کے بارے میں اہل علم وفضل کے چند تاثرات وجذبات بھی ملاحظہ فرمالیں، یقیناً آپ بھی ناچیز ہیچ مدان کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے نظر آئیں گے:

(1) محدث کشمیر علامہ مولانا مفتی محمد حسین چشتی امیر جماعت اہل سنت آزاد جموں وکشمیر:

"فاضل محتشم حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرحمان نعیمی صاحب گجراتی نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے ایک ایک تحقیقی اور عمدہ کتاب تصنیف کی، جس کے چیدہ چیدہ مقامات کو میں نے بغور پڑھا یقیناً یہ کتاب عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے اہم کردار ادا کرے گی۔ اللہ کریم، مفتی صاحب کی مساعی جمیلہ کو قبول و منظور فرمائے اور اس کتاب مستطاب کو ذریعہ بخشش و نجات فرمائے۔ آمین۔"

(2) پیشوائے اہل سنت مفسر قرآن علامہ پیر محمد افضل قادری سجادہ نشین نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات:

"عزیزم و تلمیذ مولانا مفتی عبدالرحمان نعیمی زید مجدہ نے قادیانیوں کے مرتد اور واجب القتل ہونے کے موضوع پر منفرد کتاب لکھی ہے۔"

(3) علامہ مولانا امتیاز احمد صدیقی چیئرمین علماء ومشائخ کونسل آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر:

"الحمدللہ، میں نے کتاب کو مختلف مقامات سے پڑھا ہے، مفتی صاحب نے قادیانیوں کا وہی سٹیٹس بیان کیا ہے جو شرع شریف میں بنتا ہے، یعنی مرتد ہونا اور اس لیے بھی کہ امت مسلمہ کو ان کا وجود زمین پر برداشت ہی نہیں یہ عام کافروں سے بدتر بلکہ بدترین ہیں یہ ایسے غلیظ ہیں جو سکھوں، عیسائیوں، ہندوؤں، یہودیوں اور مجوسیوں سے بھی ناپاک ہیں۔ اس لیے آج وقت کی ضرورت تھی کہ ان کے ارتدادات کا پرچہ چاک کیا جائے تاکہ کوئی ان کو مولویوں کا جھگڑا کہہ کر صرف انداز نہ کرے۔"

(4) محقق العصر جگر گوشۂ شہید ناموس رسالت علامہ مولانا محمد سجاد رضوی چیئرمین الفیض ٹرسٹ یوکے، جلالپور جٹاں گجرات:

"علامہ موصوف نے جہاں قرآن وسنت سے ختمیت نبوت ورسالت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و معجزات کا بطور تمہید ذکر کیا ہے وہاں بطورِ دلیل قانون پاکستان سے بھی اقتباسات فراہم کرکے فتنۂ قادیانیت پہ کاری ضرب لگائی ہے۔"

(5) محقق اسلام ومترجم کتب کثیرہ علامہ مولانا ابو احمد محمد نعیم علوی قادری رضوی:

"یہ کتاب عزیزم مفتی اسلام جناب مفتی عبدالرحمان نعیمی مد ظلہ کے وسیع مطالعہ کی عرق ریزی ہے جناب موصوف نے بڑی محنت ولگن کے ساتھ اس میں جماعت مرتدین یعنی قادیانیوں کے ہوش ربا اور کھلے ارتداد کو واضح الفاظ میں ظاہر کیا ہے اور ساتھ ساتھ ان مرتدین کی جماعت کے شرعی احکام نقل فرمائے ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ سے فائدہ اٹھائے اور اپنے عزیزوں کے ایمان کو محفوظ بنائے۔"

رحمت حق بہانہ می جوید: دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ فاضل مصنف جس نیک نیتی اور خلوص سے ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں جہد مسلسل فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کی سن لی اور آپ کی دیرینہ خواہش اور آرزو کی تکمیل یوں فرمائی کہ جنوری 2023ء میں آپ حرمین شریفین کے لیے عازم سفر ہوئے۔ آپ عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور مدینہ شریف میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری سے بھی مشرف ہوئے۔

عقیدۂ ختم نبوت سے آپ کا والہانہ لگاؤ آپ کو مقبرۂ شہدائے یمامہ لے گیا۔ وہاں آپ نے شہدائے ختم نبوت کے مزارات پر حاضری دی اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کامیابی و کامرانی کے لیے دعائیں بھی کیں۔ الحمدللہ

اس سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے۔ اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ ***

نقد و نظر

جاورہ سے جاورہ تک: ایک تبصرہ

تبصرہ نگار: **بلال احمد نظامی مندسوری**، رتلام

ماضی میں جاورہ صوبہ مالوہ کی ایک اہم ریاست رہی ہے اور ڈیڑھ صدی تقریباً 150 سال تک یہاں نوابوں کی حکومت رہی ہے۔

جاورہ، رتلام اور مندسور کے بیچ و بیچ رتلام ضلع میں واقع ہے۔ جاورہ کا ایک نام گلشن آباد ہے، جو معروف نہ ہوسکا البتہ شعرا و ادبا نے اس نام کو استعمال کیا ہے۔

ریاست جاورہ اپنے عہدِ قیام سے علم و دانش، ادب و حکمت، حکومت و سیاست، تہذیب و ثقافت، علوم و فنون اور بازار و تجارت کا اہم مرکز رہا ہے۔ زمانۂ نوابین سے عصر حاضر تک یہاں اردو ادب خوب پھلا پھولا اور تاریخ میں اپنے نقوش ثبت کیے۔

زیر تبصرہ مجموعہ ریاست جاورہ کی انھیں علمی، ادبی، فنی، شعری، نثری، سیاسی اور حکمت و دانش کی پر کیف فضا کا دل آویز دستاویز، شعرا و ادبا کی شعری و ادبی زندگی کے احوال و کوائف کا ایک حسین مرقع اور نوابوں کی شاہانہ ٹھاٹ باٹ، سیر و شکار پر مشتمل معلوماتی اور ادبی مضامین کا ایک مجموعہ ہے۔

زیر تبصرہ کتاب جاورہ کی ایک ادبی و علمی شخصیت غیاث الرحیم شکیب گلشن آبادی کے تحریر کردہ ادبی، تخلیقی اور تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جو مختلف رسائل و جرائد میں بکھرے پڑے تھے۔ جسے ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری اسٹنٹ پروفیسر اردو بھگت سنگھ گورنمنٹ پی۔ جی۔ کالج جاورہ ضلع رتلام نے تلاش و جستجو، تحقیق و تدوین اور ترتیب کے مرحلے سے گزار کر دیدہ زیب سرورق اور عمدہ طباعت کے ساتھ نذر قارئین کیا ہے۔

ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری ایک اچھی نثر نگار اور بلند پایہ ادبی شخصیت ہیں جن کے زر نگار قلم سے متعدد فن پارے رسائل و جرائد اور لائبریریوں کی زینت بڑھا رہے ہیں۔

زیر تبصرہ مجموعہ بھی آپ کی اعلیٰ کاوشوں میں سے ایک اہم کاوش ہے۔ جو ادب جاورہ کے تعلق سے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ 134 صفحات کا یہ مجموعہ عرض مرتبہ سے شروع ہو کر مرتبہ کے کوائف نامے پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے درمیان جو کچھ ہے وہ غیاث الرحیم شکیب گلشن آبادی کے تحقیقی اور ادبی مضامین ہیں۔

ڈاکٹر صاحبہ نے "عرض مرتبہ" میں "جاورہ سے جاورہ تک" کی ترتیب و تدوین کی غرض و غایت، مضمون نگار غیاث الرحیم شکیب کے احوال و کوائف، جاورہ کی شعری و ادبی فضا نیز شعرا و ادبا کی تعداد، شکیب گلشن آبادی کے چند اہم مضامین کا طائرانہ جائزہ وغیرہ پیش کیا ہے۔

مضامین کو کتابی رنگ میں رنگنے کے تعلق سے ڈاکٹر صاحبہ ابتدائیہ (عرض مرتبہ) میں لکھتی ہیں:

"جاورہ سے جاورہ تک، غیاث الرحیم شکیب کے تحریر کردہ ادبی، تحقیقی اور تاریخی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس میں شہر جاورہ کی ادبی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی تاریخ اور فن کاروں کی خدمات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ یہ مضامین مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے تھے۔ مختلف شماروں میں مقید مضامین کی رونقیں، کتب خانوں کی زینت بڑھا رہی تھیں۔ ریسرچ اسکالرس اور محققین ان مضامین سے روشنی حاصل کر کے مزید تحقیق کے مراحل طے کر سکیں؛ اس مقصد کے تحت مذکورہ رونقوں کو سمیٹ کر آفتاب نما بنانے کی کوشش میں کتابی روپ دیا گیا ہے۔"

شکیب گلشن آبادی جاورہ کے رہنے والے ہیں اور جاورہ کی ادبی و علمی ترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ عمر کی نو دہائیاں گزار کر اپنی بساط بھر ادبی و علمی خدمات میں مصروف ہیں۔

تحقیقی میدان سر کرنے والوں کے لیے ہمیشہ ان کا دروازہ کھلا رہتا ہے، نہایت خندہ پیشانی اور ملنساری سے ملاقات کرتے ہیں اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ قدیم و نادر قلمی تحریریں، مخطوطات، غیر مطبوع کتابیں، جاورہ کا ادبی و علمی سرمایہ آپ کے پاس محفوظ ہے بہ وقت ملاقات راقم نے بہ چشم خود اس سرمایے کو ملاحظہ کیا ہے۔

زیر تبصرہ مجموعے میں شکیبؔ گلشن آبادی کے وہ مضامین شامل ہیں جو ڈاکٹر صاحبہ کو میسر آئے علاوہ ازیں وہ مضامین جو خرد برد ہو گئے یا کوئی بغرض مطالعہ لیکر گیا اور پھر واپس نہ لایا ایسے مضامین شامل اشاعت نہیں ہو سکے، اگر وہ مضامین بھی دستیاب ہو کر شامل اشاعت ہو جاتے تو امید تھی کہ جاورہ کی ادبی تاریخ میں مزید گراں قدر اضافہ ہوتا۔

شکیبؔ گلشن آبادی کی تحریریں آسان، عام فہم، سلیس اور رواں دواں ہوتی ہیں جس سے عام قارئین بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

اس مجموعے میں درج ذیل عنوانات پر شکیبؔ گلشن آبادی کے مضامین شامل اشاعت ہیں جنھیں پڑھ کر یقیناً اس کی قدر و قیمت کا احساس کیا جاسکتا ہے۔

❖ شکار نامہ محتشمی: ایک نادر مخطوطہ ❖ امام باڑے ❖ رتلام میں حضرت داغ کا دبستان ❖ شہر اجین کی دو شاندار ادبی تقریبات ❖ سوانح حیات محمد یوسف خاں ❖ زمانۂ غالب کی ایک نادر تحریر کے حوالے سے چھروں والی بندوق سے شیر کا شکار ❖ آہ! حضرت جمیل احمد میاں مرحوم ❖ نواب عثمان علی خاں کے شیر کے شکار کی کہانی مسعود احمد جعفری اور میری زبانی ❖ کریما ❖ جاورہ کی دو معروف شاعرات سکندر جہاں ضیاؔ اور سلطان جہاں حیاؔ گلشن آبادی ❖ حضرت شاہ غلام حیدر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ❖ ایک مشاعرہ ۱۹۴۲ء کا ❖ سابق ریاست جاورہ کا مجاہد آزادی عبدالستار خاں ❖ جاورہ میں حضرت ظہیر دہلوی کی قلمی بیاض ❖ صاحب عقل و شعور حضرت نظامؔ الدین گلشن آبادی جاورہ۔

جیسے عناوین اور فنکاروں پر شکیبؔ گلشن آبادی نے اپنے اشہب قلم کو رواں دواں کیا ہے اور اپنے خامۂ مشک بار سے اپنے اسلاف کے کارنمایاں کو تحریری صورت میں زندہ جاوید کر دیا ہے۔

شکیبؔ گلشن آبادی نے اسلاف کے کارناموں سے پردے اٹھاتے ہوئے ایسی نادر باتیں پیش کی ہیں جنھیں نہ ہم نے آج تک سنا اور نہ پڑھا تھا۔

جاورہ کے ایک عظیم عالم دین اور پیر طریقت محمد یوسف خاں علیہ الرحمہ (معاصر نواب غوث محمد خاں وغیرہ) کی سوانح حیات کے ضمن میں ان کی چودہ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، حالانکہ حضرت کی ان عظیم کاوشوں سے اہل زمانہ ناواقف ہے اور چند ایک کے علاوہ اکثر غیر مطبوع ہیں، یا ایک بار طبع ہوئیں اور اب جدید رنگ و آہنگ اور تحقیق و تدوین کے لیے محققین کی راہ تک رہی ہیں۔

حضرت نظام الدین گلشن آبادی جاورہ کی مشہور زمانہ تصنیف ”عقل و شعور“ کا تعارف پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ انگریزی دور حکومت میں مطبع نول کشور سے طبع ہوئی اور انگریزوں نے اس کی 500 جلدیں خریدیں اور 300 روپے مؤلف کو بطور انعام پیش کیے۔

اندور میں جونار سالہ سے متصل اقبال کالونی سے منسلک ایک علاقہ ہے جسے عمومی طور پر ”بزریہ“ کہتے ہیں اور اصل نام ”غفور خاں کی بزریہ“ ہے۔

ایک مرتبہ راقم کا جب اس علاقے میں جانا ہوا تو عادت کے مطابق ہر نئے مقام کی تاریخ معلوم کرنے کی روش نے اس مقام کے تعلق سے تفتیش کرنے پر مجبور کیا اور مقامی حضرات سے معلوم کر لیا کہ اسے ” غفور خاں کی بزریہ “کیوں کہتے ہیں؟ تو سب نے لاعلمی کا اظہار کیا؛ لیکن زیر تبصرہ مجموعے کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ رام پور کے عبدالغفور خاں گلشن آبادی جاورہ مے اس علاقے کو آباد کیا تھا اس لیے یہ ”بذریعہ غفور خاں“ کہلایا عرف عام میں ”غفور خاں کی بزریہ“ کہلائی۔

اس مجموعے میں مندسور اور جاورہ میں 1857ء کی جنگ آزادی کا تذکرہ، مجاہدین کی شہادت، مندسور میں شہزادہ فیروز بخت کی تخت نشینی کی رسم اور مجاہد آزادی عبدالستار کے احوال و کوائف بیان ہوئے ہیں۔

زیر تبصرہ مجموعہ ادبِ جاورہ کی تاریخ کے حوالے سے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، محققین اس پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے۔

اور محترمہ ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری نے از راہ عنایت یہ کتاب مجھے عنایت فرمائی جس کے لیے میں ان کا ممنون و متشکر ہوں۔

❖❖❖

نقد و نظر

تذکرۂ صالحین بنارس

تصنیف: **مفتی احسن کمال قادری**
تبصرہ نگار: **سید معراج الدین مصباحی**، مدنپورہ، بنارس

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہر بنارس ہندوستان کے نہایت قدیم اور تاریخی شہروں میں سے ایک ہے، اس شہر کی اسلامی تاریخ بھی بہت قدیم اور نہایت شاندار رہی ہے، ہر دور میں یہ خطہ ہندوستان اولیا و صالحین اور علما و مشائخ نیز امرا و سلاطین کی توجہات کا مرکز رہا ہے، نہ جانے کتنے اولیا و علما یہاں آئے اور سکونت پذیر ہوئے یہی وجہ ہے کہ اس شہر میں کثرت سے مزارات پائے جاتے ہیں بعض علاقے تو ایسے ہیں کہ جس طرف بڑھیے مزارات نظر آتے ہیں۔

لیکن افسوس شہر کی تاریخ، یہاں آرام فرما علما و مشائخ کے احوال و آثار پر کام بہت کم بلکہ نا کے برابر ہوا ہے بعد کے ادوار میں چند کتابیں جو نظر آتی ہیں وہ بدمذہب اور آزاد خیال قسم کے لوگوں کی ہیں، جن میں ان باتوں کو قصداً نظر انداز کیا گیا ہے جن سے ماضی میں علمائے بنارس کا تصلب فی الدین اور اعلی حضرت و غیرہ علما و مشائخ اہلسنت سے ان کی وابستگی ظاہر ہوتی ہے۔

بڑی شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کی جاری تھی کہ سنیوں کی طرف سے بھی اس موضوع پر کام ہو لیکن ہو نہیں رہا تھا، اب مجھے یہ بیان کرتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے شہر بنارس ہی کے ایک فاضل، علامہ مفتی احسن کمال صاحب قادری ایوبی استاذ جامعہ حمیدیہ رضویہ، شعبہ عالیہ، بیٹیہ، مدنپورہ، بنارس نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمادی جو تذکرۂ صالحین بنارس کے نام سے معیاری اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔

یہ کتاب تقاریظ وغیرہ کی شمولیت کے ساتھ 528 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بنارس کے 126 علما و مشائخ اور اولیا و صالحین کے مستقل تذکرے ہیں ان میں بکثرت ایسے تذکرے ہیں جن کا وجود بنارس پر لکھی گئیں گزشتہ کتابوں میں نہیں ملتا بکثرت ایسے مشائخ بنارس بھی ہیں جن کا تذکرہ تو ماسبق کی کتابوں میں ہے لیکن نہایت مختصر، مصنف نے ان میں نئے گوشوں، جدید واقعات کا اضافہ کر کے انھیں دو صفحہ تین صفحہ تک پہنچا دیا۔

بنارس کی گذشتہ کتابوں میں جن بزرگوں کا تذکرہ ہے ان میں زیادہ تر کا تعلق تیرہویں اور چودہویں صدی سے ہے اس سے قبل بارہویں صدی سے میں بھی بہت حد تک تذکرے مل جاتے ہیں لیکن اس سے قبل کی صدیاں خالی خالی نظر آتی ہیں جیسا کہ بنارس کی کتابوں کے مطالعہ سے واضح ہے بنارس پر کام کرنے والوں میں بعض حضرات نے بہت کوشش کی کہ قدیم صدیوں میں تذکروں کا اضافہ کیا جائے لیکن انہیں اس سلسلے میں کوئی خاص کامیابی نہ مل سکی۔ لیکن مصنف موصوف نے جن نئے تذکروں کا اضافہ کیا ہے بحمد اللہ ان میں کثیر تذکروں کا تعلق قدیم صدیوں کے بزرگوں سے ہے اسے تحقیق و تفتیش کی دنیا میں ایک بڑی کامیابی قرار دیا جا سکتا ہے۔

پھر یہ کہ گذشتہ کتابوں میں چودھویں صدی تک کا ہی ذکر تھا جبکہ تذکرہ صالحین بنارس میں پندرہویں صدی کے بھی تذکرے ہیں۔

اہلسنت کے لیے کتاب ہذا کا بڑا دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ بزرگوں کے احوال میں جن باتوں کا تعلق ان کے تصلب فی الدین سے ہے انھیں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے بنارس کے جن علما کا تعلق اعلیحضرت وغیرہ مشائخ اہلسنت سے تھا ان کے تذکروں کے ضمن میں اس تعلق کو ضرور واضح کیا گیا ہے فتاوی رضویہ میں علمائے بنارس کے جابجا جو سوالات ہیں تذکروں میں ان سوالات کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے اسی طرح بدمذہبوں کے ساتھ علمائے اہلسنت کے جو مناظرے ہوئے، کتابچہ بازیاں وغیرہ ہوئیں ان کا ذکر بھی ضروری سمجھا گیا ماضی میں بدمذہبوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے جو مکر و فریب کیے ان کو بھی واضح انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب کی ابتدا میں مصنف کا تحریر کردہ 72 صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ ہے جس میں اس قسم کی دلچسپ باتیں خاص طور پر اور قدرے

خادم التدریس جامعہ حمیدیہ رضویہ، شعبہ عالیہ ہٹیہ، مدنپورہ، بنارس

تفصیل سے بیان کی گئی ہیں یہی وجہ ہے کہ مقدمہ بہت دلچسپ ہو گیا ہے۔ اسے جو پڑھتا ہے پڑھتا ہی رہ جاتا ہے، وقت گزر جاتا ہے اور محسوس نہیں ہوتا۔ نعمانی صاحب قبلہ نے مقدمہ کو خاصے کی چیز قرار دیا۔

طرز تحریر سادہ و سلیس اور رواں دواں ہے مصنف جو بات بھی پیش کرتے ہیں بہت نپے تلے اور باوزن انداز میں کرتے ہیں کسی بات سے قبل اس طرح اس کا پس منظر بیان کرتے ہیں اور اس طرح اس کی تفہیم کرتے ہیں کہ عبارت خود اس بات کے سچ ہونے کی گواہی دینے لگتی ہے اسے ہم مصنف کے طرز تحریر کی سب سے بڑی خوبی تصور کرتے ہیں۔

کتاب کی اہمیت وعظمت کا ایک بڑا پہلو یہ بھی ہے کہ مصنف نے کتاب میں تاریخ کے جن نادر و نایاب اور سنیت کے لیے قوت بخش گوشوں کا اضافہ کیا ہے ان میں زیادہ تر گوشے اپنے وجود کے آخری اسٹیج پر تھے اگر مزید تاخیر ہوتی اور انھیں کتاب میں جگہ نہ ملتی تو وہ بہت جلد ضیاع کا شکار ہو جاتے اور ہمیشہ کے لیے معدوم ہو جاتے۔

کتاب کے 126 تذکروں میں ایک تذکرہ مصنف موصوف کے مورث اعلی شاہ علی ابراہیم سمرقندی ایوبی انصاری رحمہ اللہ کا ہے جو 698ھ میں بنارس آئے اور مدنپورہ نامی علاقے میں آباد ہوئے، ان کی نسل سے وجود میں آنے والے قبائل اور خانوادے اسی علاقے میں آباد ہیں مدنپورہ شہر بنارس کا سب سے محترم علاقہ ہے بنارس کے مسلم محلوں میں اسے مخدوم اور سردار کی حیثیت حاصل ہے مدنپورہ کا معاشرہ تہذیب و تمدن اور رسم و رواج میں ہندوستانی معاشروں سے بہت مختلف ہے۔ شکل و شباہت اور مزاج میں بھی اہل مدنپورہ بہت ممتاز ہیں ان کا اپنا الگ معاشرہ ہے ابتدا سے ان کا دستور ہے کہ یہ لوگ آپس ہی میں رشتہ کرتے ہیں ہندوستان بلکہ بنارس کے بھی کسی محلہ کسی معاشرہ میں یہ شادی بیاہ نہیں کرتے تاریخی شواہد، ساتھ ہی بے شمار قرائن سے واضح ہے کہ اس شرف و امتیاز کے پیچھے اہل مدنپورہ کی شرافت نسبی کارفرما ہے۔

خلاصہ یہ کہ مصنف گرامی قدر علامہ مفتی احسن کمال صاحب قادری ایوبی تمام اہل سنت خصوصاً سنیان بنارس کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالی ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسلاف کرام خصوصاً مشائخ بنارس کے فیوض و برکات سے انھیں بہرہ ور کرے۔

**

(ص: 11 کا بقیہ)2- اگر کسی وجہ سے نو دن روزہ نہ رکھ سکیں تو کم از کم نویں ذی الحجہ کو ضرور روزہ رکھیں، اور زوال آفتاب کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک ذکر الٰہی میں مصروف رہیں، اور خوب دعائیں کریں، کیوں کہ اس دن زوال آفتاب کے بعد اللہ تعالی آسمان اول سے تجلی فرماتا ہے، ذکر و دعا میں مصروف بندوں پر ملائکہ سے مباہات فرماتا ہے، اور سب کو بے حساب بخش دیتا ہے۔

3- نویں ذی الحجہ کی فجر سے لے کر تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک جماعت مستحبہ کے ساتھ پڑھی جانے والی ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ تکبیر تشریق کہنا واجب ہے، اور تین بار کہنا افضل ہے، تکبیر تشریق یہ ہے:

الله أكبر الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر، الله أكبر ولله الحمد.

4- حج کے بعد اس ماہ مبارک کا سب سے عظیم ترین عمل قربانی ہے، اس کا وقت نماز عید کے بعد سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے، البتہ دسویں کو قربانی کرنا افضل ہے، اس دن نہ ہو سکے تو گیارہ یا بارہ کو بھی کر سکتے ہیں، یہ قربانی ہر جامع شرائط صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے، قربانی کے ایام میں قربانی سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے، امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی، آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول کائنات ﷺ سے پوچھا: یا رسول الله ما هذه الأضاحي؟ یا رسول اللہ یہ قربانی کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سنة أبيكم إبراهيم عليه السلام. (السنن الكبرى، كتاب الضحايا، ج: 9، ص: 261)

یہ تمھارے باپ حضرت ابراہیم کی سنت ہے، حضرت زید فرماتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: فما لنا فيها؟ اس قربانی میں ہمیں کتنا ثواب ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بكل شعرة حسنة. ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ شعرة میں تنوین تحقیر کے لیے اور حسنة میں تنوین تعظیم کے لیے ہے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ جانور کے ہر چھوٹے سے چھوٹے بال کے عوض ایک عظیم نیکی لکھی جائے گی۔

کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ جانور کے کتنے بال ہوتے ہیں، لہٰذا اس حدیث پاک کا واضح مطلب یہ ہوا کہ جو بندۂ مومن قربانی کرتا ہے اللہ تعالی اسے بے حساب نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس ماہ مبارک کی کما حقہ قدر کرنے اور اس میں خوب نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، یا رب العالمین۔ ■■■

سفر آخرت

محمدی مدینہ مسجد اجمیر شریف کے امام ومدرس

مولانا قاری محمد ماہر کی شہادت

شہید نے جامعہ طیبہ شاہ آباد، ضلع رام پور میں حفظ وقراءت سے فراغت حاصل کی تھی۔
جامعہ طیبہ کے بانی ومہتمم مولانا مبارک حسین مصباحی کا تعزیت نامہ

حضرت حافظ و قاری مولانا محمد ماہر شہید اجمیر معلی باصلاحیت اور بلند اخلاق فرد تھے۔ آپ موضع رائے پور، تحصیل شاہ آباد ضلع رام پور کے باشندے تھے۔ تقریباً آٹھ برس قبل حضرت مولانا ذاکر حسین علیہ الرحمہ کی دعوت پر آپ محلہ رام گنج محمدی مدینہ مسجد، اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ اس سے متصل ایک مدرسہ میں آپ نے تدریسی خدمات دینا شروع کی۔ چھ ماہ قبل باصلاحیت عالمِ دین حضرت مولانا ذاکر حسین کسی شدید بیماری کی وجہ سے پریشان تھے۔ آپ نے اپنے محبوب مدرس حضرت قاری محمد ماہر کو تدریس کے ساتھ امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی سونپی اور فرمایا: آپ اس مقام پر پوری دل جمعی کے ساتھ خدمات انجام دیں اور اس جگہ پر کسی دوسرے کو نہ آنے دیں۔

آپ حسب حکم تدریس کے ساتھ امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی نبھا رہے تھے۔ آپ مسجد کے حجرے میں بے خبر سو رہے تھے۔ آپ ہی کے کمرے میں 6 نو داخل طلبہ جن کی عمر سات، آٹھ برس ہوگی وہ بھی سو رہے تھے۔ اچانک رات میں دو بجے کے بعد تین نقاب پوش پیچھے کے راستے سے کیمرے سے بچتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ تینوں شاطر سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے، ہاتھوں میں کالے دستانے اور پیروں میں لمبے جوتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں کوئی دھار دار لوہے کا سامان تھا۔ انھوں نے داخل ہوتے ہی شہید امام مولانا قاری محمد ماہر کی پیشانی پر وار کیا جو اندر تک داخل ہو گیا، درد کی تاب نہ لا کر مولانا محمد ماہر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور چند ساعتوں کے بعد بے ہوش ہو کر گر گئے۔ آواز سن وہ چھوٹے نو داخل طلبہ بھی گھبرا کر اٹھے مگر قاتلوں نے ڈرا دھمکا کر باہر کر دیا اور ایک بد باطن انھیں باہر لایا اس نے کہا اگر آپ لوگوں نے آواز نکالی تو تمھیں بھی جان سے مار دیں گے۔ چند منٹ اور لاٹھی ڈنڈوں سے امام صاحب کو مارتے رہے۔ جب آپ کی سانس بند ہو گئی اور جان ختم ہو گئی تو وہ نقاب پوش کیمرے سے بچتے ہوئے فرار ہو گئے۔ جب ہمیں محب گرامی حضرت حافظ و قاری مولانا محمد ماہر علیہ الرحمہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو ہم نے کلمات استرجاع پڑھے اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل سلطان الہند کے دیار میں جامِ شہادت نوش کرنے والے عالمِ دین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، پس ماندگان اور اہل خانہ کو صبر وشکر کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا ماہر رامپوری تھے اس کا علم تو پہلے ہی ہو گیا تھا بعد میں ایک دن اخبار میں آیا کہ آپ موضع رائے پور تحصیل شاہ آباد کے باشندے تھے تو ہماری سوچ کا رخ بدل گیا؛ کیوں کہ ہمارے وطن شاہ آباد سے موضع رائے پور لگ بھگ بارہ کلو میٹر ہے۔ وہاں کے متعدد حفاظ اور قرا جامعہ طیبہ شاہ آباد کے اساتذہ رہ چکے ہیں، جیسے حضرت قاری عابد حسین رائے پوری، حضرت قاری غلام مصطفیٰ وغیرہ ان دنوں صالح صفت حضرت قاری محمد یونس رائے پوری تھے۔ ہم نے اسی وقت قاری محمد یونس رائے پوری سے رابطہ کیا۔ آپ آپ اپنے موضع میں کسی فرد کے چہلم کے پروگرام میں تھے، گفتگو کرتے وقت لاؤڈ اسپیکر کی آواز آرہی تھی، ہم نے کہا کہ جب آپ فارغ ہو جائیں تو کال کر لیں۔ مگر ڈیڑھ گھنٹے تک کوئی کال نہیں آئی تو ہم نے پھر رابطہ کیا آپ نے فون ریسیو کر کے فرمایا: ہم ابھی حضرت مولانا محمد ماہر شہید کے گھر جاتے ہیں، چند منٹ کے بعد ادھر سے دوسرے نمبر سے کال آئی ہم نے ریسیو کیا تو حضرت قاری محمد یونس صاحب ہم کلام ہوئے اور فرمایا کہ لیجیے قاری محمد ماہر کے برادرِ کلاں محمد عامر سے گفتگو کر

لیجیے۔ سلام اور اظہار تعزیت کے بعد ہم نے دریافت کیا کہ آپ اپنے شہید بھائی کے بارے میں کچھ بتائیے۔ آپ نے غمزدہ سانس لے کر فرمایا کہ ہمارے چھوٹے بھائی حضرت مولانا حافظ و قاری محمد ماہر کی عمر ابھی لگ بھگ 28 برس تھی، ابھی شادی نہیں ہوئی تھی ان کی شادی کا ارادہ اسی برس تھا۔

ہمارے والد صاحب کا نام محمد اسلم ہے جو قریب ہی جلوہ گر ہیں۔ مزید فرمایا کہ ہم تین بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ بڑا میں محمد عامر، دوسرے محمد ماہر شہید اور تیسرے محمد ناظر۔ ہمارے دریافت کرنے پر بتایا کہ ہم دونوں بھائی نوئڈا میں الیکٹرانک ورکر ہیں۔ فرمایا: میری شادی ہو چکی ہے۔ ہم نے محترم مولانا محمد ماہر رائے پوری کی تعلیم کے تعلق سے عرض کیا تو فرمانے لگے، شاہ آباد میں پڑھتے تھے۔ باقی حضرت قاری محمد یونس صاحب فرمائیں گے۔ حضرت قاری محمد یونس استاذ دار العلوم اہل سنت جامعہ طیبہ شاہ آباد فرمانے لگے: جناب مولانا ماہر شہید نے جامعہ طیبہ شاہ آباد میں چند برس میں حفظ مکمل فرمایا اور اس کے بعد قراءت و تجوید کا کورس مکمل کیا۔ اس کے بعد آپ شاید حضرت مولانا ذاکر حسین علیہ الرحمہ کی دعوت پر اجمیر شریف بحیثیت مدرس تشریف لے گئے۔

ہم نے دریافت کیا: یہ کس سن کی بات ہے؟ فرمایا: کہ یہ کوئی ساتھ آٹھ برس پہلے کی بات ہے۔ قاری محمد یونس صاحب فرمانے لگے کہ خوش نصیبی سے ہم گزشتہ برس سلطان الہند کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اجمیر شریف حاضر ہوئے تھے۔ اسی موقع پر ہم محمدی مدینہ مسجد رام گنج، اجمیر شریف بھی حاضر ہوئے تھے۔ ان دنوں محب گرامی حضرت مولانا ذاکر حسین علیہ الرحمہ بھی باحیات تھے، فرمایا، موصوف علمی شخصیت تھے، اخلاق وکردار کے بھی پیکر تھے، بڑی محبت اور خاطر نوازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اور ہمارے حضرت قاری محمد ماہر تو شاگرد تھے ان کی بے پایاں محبت نے بھی بڑا متاثر کیا۔ دونوں ہی نے بڑی نوازش کا مظاہرہ کیا تھا۔ ہم جب تک ان کے یہاں رک سکتے تھے دونوں ہی سائے کی طرح ساتھ ساتھ لگے رہے۔

ہم نے جناب محمد عامر صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے برادر خورد مولانا محمد ماہر شہید سے پہلے جو حضرت مولانا ذاکر حسین علیہ الرحمہ تھے ان کا وصال کب ہوا؟ تو انھوں نے فرمایا: کہ چھ ماہ قبل شدید بیماری کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ انتقال سے پہلے انھوں نے مسجد و مدرسہ کی تمام ذمہ داریاں ہمارے مولانا کو سونپ دی تھیں۔ چند روز قبل ہمارے مولانا اپنے وطن رائے پور سے اجمیر شریف گئے تھے، جاتے وقت فرما رہے تھے کہ دو ایک لوگ مخالف ہیں، حالات اچھے رہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں اجمیر چھوڑ کر اپنے گھر آجاؤں گا۔

عامر بھائی نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی تو میں نوئڈا میں تھا میں اسی وقت اجمیر شریف کے لیے نکل گیا اور کوئی گیارہ بجے دن میں موقع واردات پر پہنچ گیا۔ پورے علاقے میں کہرام برپا تھا، پولیس کے حکم پر بھائی شہید کا پوسٹ مارٹم ہوا، دو تین گھنٹے کے بعد دیگر اہل خانہ بھی پہنچ گئے۔ پوسٹ مارٹم کے بعد وہاں کے لوگوں نے کوشش تھی کہ ان کی نماز جنازہ اور تدفین بھی اجمیر شریف میں کر دی جائے مگر ہم نے کہا جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا اب قانونی کاروائی ہوتی رہے گی۔

حضرت قاری محمد یونس صاحب وغیرہ نے فرمایا کہ پولس کو بڑی رشوت دے دی گئی تھی ورنہ اتنے دن گزرنے کے بعد نہ پولس قاتلوں کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوئی اور نہ کوئی سراغ رساں ایجنسی۔

جناب محمد عامر بھائی نے فرمایا کہ فجر کے وقت ہم لوگ بذریعہ امبولنس اپنے بھائی کی لاش لے کر اپنے گاؤں رائے پور پہنچے ہر طرف غم واندوہ کا ماحول تھا۔ اہل خانہ اور خواتین بھی روتے روتے نڈھال ہو چکے تھے۔ نماز جنازہ ادا کی گئی اور رائے پور کے قبرستان میں انھیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ سچ اور حق ہے کہ شہید مرتا نہیں بلکہ وہ وقتی طور پر نگاہوں سے روپوش ہو جاتا ہے۔

ہم دل کی گہرائیوں سے ان کے والدین، برادران، بہنوں اور دیگر اعزا واقارب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ کے طفیل انھیں شہادت کا منصب عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اس غم میں ہم اور جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے شناسا حضرات سخت غم زدہ اور دعا گو ہیں۔

اس غم کی خبر ہر طرف پھیلی مدارس، خانقاہوں اور تحریکوں میں ایصال ثواب کیا گیا اور انفرادی طور پر بھی بہت سے ذمہ داروں نے بھی شہید کی مغفرت کی دعائیں کیں۔ خانقاہ کچھوچھہ مقدسہ کے سجادہ نشین مرشد طریقت حضرت علامہ سید شاہ معین الدین اشرف اشرفی جیلانی صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما، ممبئی اور رضا اکیڈمی ممبئی کے بانی وچیرمین قائد ملت الحاج محمد سعید نوری نے اپنے اپنے اداروں

کی جانب سے ایک تعزیتی اور احتجاجی میٹنگ بلال مسجد ممبئی میں بلائی، بڑی تعداد میں علما اور دانشور جمع ہوئے، پھر یہ دونوں قائدین اجمیر شریف درگاہ شریف اور محمدی مدینہ مسجد پہنچے، تین روز قیام کے بعد موضع رائے پور ضلع رام پور پہنچے۔ والد گرامی جناب محمد اسلم اور برادران سے تعزیت پیش کی اور سنی جمعیۃ العلما کی جانب سے حضرت سید معین میاں دامت برکاتہم العالیہ نے مرحوم کے اہل خانہ کو ایک لاکھ روپے کا چیک دیا اور شہید کے لیے دعاے مغفرت اور وارثین کی صبر و شکر کی تلقین فرمائی۔

مولانا عطاء المصطفیٰ امجدی کا سانحہ ارتحال

(متوفیٰ: 4 شوال المکرم 1445ھ مطابق 14 اپریل 2024)

شہزادہ محدث کبیر، نبیرہ صدر الشریعہ مولانا عطاء المصطفیٰ امجدی (علیہ الرحمہ) کے سانحہ ارتحال کی خبر جنگل کے آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی، جہاں بھی اہل سنت ہیں اس خبر غم اثر سے سبھی مغموم و متاثر ہوئے، موصوف و مرحوم، حضرت محدث کبیر، جانشین صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ کے بڑے سے چھوٹے صاحبزادے تھے اور علوم و فنون میں ان کے جانشین بھی، مولانا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد ہی اپنے عم بزرگوار جناب مولانا قاری رضاء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ (سابق خطیب و امام نیو میمن مسجد کراچی) کے پاس چلے گئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، دارالعلوم امجدیہ کراچی کے استاد بھی تھے اور مفتی بھی، کراچی جانے سے پہلے مرحوم مجھ سے ملنے چریاکوٹ آئے، جانے کی خوشخبری سنائی اور پھر رابطے میں رہے، انہوں نے "کپڑے موڑ کر نماز پڑھنے کا حکم" نامی کتاب لکھی جو ایک استفتے کے جواب میں ہے تو اس کی ایک کاپی میرے پاس بھی بھیجی، جسے میں نے المجمع المصباحی مبارک پور (اعظم گڑھ) سے شائع کرایا اس کتاب کو دیکھنے کے بعد فقہ و فتویٰ میں بھی آپ کی مہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ضیاء الصرف اور ضیاء النحو نام کی بھی کتابیں لکھیں، مزید کتابوں کا علم نہیں۔

عمرہ کے دوران طائف کی سرزمین پر ایک حادثے کے تحت آپ کی شہادت کا علم ہو کر کافی افسوس ہوا، مولاے کریم ان کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی دامت برکاتہم العالیہ، برادران اور دیگر پسماندگان کے لیے ناچیز تعزیت و تسلی پیش کر رہا ہے، حضرت علامہ کے لیے واقعی حادثہ بڑا ہی جانکاہ اور صبر آزما ہے، مولیٰ عزوجل ان کے سایہ کرم کو دراز کرے اور ان کے برکات و فیوض سے سنیان عالم کو متمتع فرمائے، آمین

سوگوار

محمد عبد المبین نعمانی قادری

دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو

(ص: 54 کا بقیہ)۔

5۔ ہمیشہ کسی کے ساتھ معاملہ کرنے کی حد مقرر کریں، چاہے وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، اور اپنے وقار کا خیال رکھیے۔

6- سڑک پر اپنے دوستوں کے ساتھ مذاق نہ کریں اور سڑک کے آداب کا خیال رکھیے۔

7- جب کوئی ملنے آئے تو اسے توجہ دو، بڑے کے احترام میں کھڑے ہو جاؤ اور تھکے ماندے اور بوڑھے کو بیٹھنے کے لیے کرسی دیجیے۔

8- گلی محلہ کے سبھی مرد باپ کے سوا اجنبی ہوتے ہیں، اس لیے ان سے بلا ضرورت بات نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ ہراساں کرنے والے ذہنی مریض ہوتے ہیں، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

9- جب آپ زمین سے کوئی چیز اٹھانے کے لیے نیچے جھکیں یا کسی دکان بازار یا عوامی جگہ پر کوئی چیز دیکھیں تو رکوع کی حالت میں مت جھکو۔ کوشش کرو بیٹھ کر چیز دیکھو۔ پھر کھڑے ہو جائیں۔ تاکہ آپ کا پردہ یعنی ستر یا جسم پیچھے سے بے نقاب نہ ہو۔

10 - اپنی پوری زندگی بس یا ٹیکسی میں بلند آواز سے باتیں مت کیجیے۔ سبھی بیٹوں، لڑکوں، مردوں کے لیے بھی یہی سب باتیں اور آداب ضرور کرنے والے ہیں مجھ سمیت۔

▫▫▫

صدائے بازگشت

بملاحظہ گرامی محبی مخلصی محترم المقام حضرت العلام۔۔۔۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید واثق ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ کچھ عرصہ سے کوشش کے باوجود وہاٹس ایپ پر فقیر سراپا تقصیر کا آپ سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ اب فقیر کے پیغامات/مضامین و مقالات امریکہ میں مقیم فقیر کے مہربان اور قدر دان فخر السادات سید منور علی شاہ بخاری قادری رضوی غور غشتوی صاحب زید مجدہ کی جانب سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہیں گے اور تبادلے میں آپ بھی فقیر کے نام خط و کتابت ان ہی کے وہاٹس ایپ نمبر پر بھیج دیا کریں۔ یہ مجھ ناچیز ہیچ مدان تک پہنچا دیا کریں گے۔

امید واثق ہے کہ آپ حسب سابق اپنی نظر التفات سے نوازتے رہا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کو ہمیشہ شاد و آباد اور بامراد رکھے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماملتہ اجمعین۔

فی امان اللہ ورسولہ۔ والسلام مع الاکرام

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی

برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

بملاحظہ گرامی محبی مخلصی ادیب شہیر مصنف بے نظیر محقق دلپذیر مبارک العلما حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید واثق ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ عرض یہ ہے کہ فقیر سراپا تقصیر نے آپ کی خدمت باعظمت میں باضابطہ دو تین بار کال کر کے حقیقت حال سے پردہ اٹھایا تھا کہ کچھ عرصہ سے یہاں سے ناچیز ہیچ مدان کی نگارشات نہیں پہنچ رہیں اور آپ کی نگارشات اور ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کی پی ڈی ایف فائلیں بھی نہیں آ رہیں۔ یہ سب آپ کے وہاٹس ایپ کے نہ شو ہونے کی وجہ سے ہے۔ اپ دوبارہ از سر نو ناچیز ہیچ مدان کا نام اپنے وہاٹس ایپ نمبر پر لکھیں تاکہ یہ سلسلہ دوبارہ جاری و ساری رہ سکے۔

آپ نے مجھ ناچیز ہیچ مدان کے بارے میں کئی قسطوں میں جو مضمون لکھا تھا۔ اس پر نظر ثانی فرما کر ساری قسطیں یکجا فرما کر ان پیج فائل میں عنایت فرمادیں تاکہ یہاں سے اسے الگ کتابی صورت میں شائع کیا جا سکے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام مع الاکرام

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی

برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

اپنی بیٹیوں کو درج ذیل باتیں سکھائیے

ا- سیڑھی پر اس وقت مت چڑھو جب آپ کے پیچھے کوئی مرد بھی سیڑھی چڑھ رہا ہو بلکہ سیڑھی کے کسی ایک زاویہ پر رک جاؤ اور اس کے بعد چڑھیے۔

2- لفٹ پر کسی اجنبی مرد کی موجودگی میں مت چڑھو ہو اس کے نکلنے کا انتظار کرو اور بعد میں چڑھیے۔

3- اپنے چچا، ماموں، خالہ کے بیٹوں سے ہاتھ کے ساتھ مصافحہ مت کیجیے۔

4- اپنے ساتھ گفتگو کرنے والے شخص کے ساتھ ہمیشہ مناسب فاصلہ رکھیے۔

(باقی ص:51 پر)

عالمی خبریں

رفح سے اب تک ایک لاکھ افراد نقل مکانی کر چکے ہیں (اقوام متحدہ)

غزہ (ایجنسی) فلسطینی پناہ گزینوں کے لیے اقوام متحدہ کی ایجنسی (اونروا) نے جمعرات کو کہا ہے کہ جنوبی غزہ کے شہر میں اسرائیلی کارروائیاں تیز ہونے کے بعد پیر سے تقریباً ایک لاکھ افراد رفح سے نقل مکانی کر چکے ہیں۔ ان خاندانوں کا نقصان ناقابل برداشت ہے۔ فلسطینی پناہ گزینوں کے لیے اقوام متحدہ کی ایجنسی نے ایکس پر کہا۔ اسرائیل کے وزیر خارجہ اسرائیل کاٹز نے جمعرات کو کہا کہ ان کے ملک کی فوج حماس کی تباہی تک جنگ جاری رکھے گی۔ ان کا یہ بیان امریکی صدر جو بائیڈن کے اس بیان کے ایک دن بعد سامنے آیا ہے کہ امریکہ اسرائیل کو رفح میں استعمال کے لیے جنگی ہتھیار فراہم نہیں کرے گا، جب کہ انھوں نے اسرائیل کے دفاع کے عزم کا بھی اعادہ کیا ہے۔ یہ اقدام امریکی حکام کی جانب سے رفح میں حملے کے اسرائیل کے منصوبے کی مخالفت کا اظہار کرنے کے بعد کیا گیا ہے۔ اسرائیلی حکام نے حماس کو شکست دینے اور غزہ میں قیدیرغمالوں کی رہائی کے مقاصد تک پہنچنے کے لیے رفح آپریشن کرنے کی ضرورت کا حوالہ دیا۔

عینی شاہدوں نے جمعرات کو رفح میں اسرائیلی گولہ باری کی اطلاع دی جب کہ اسرائیلی فوج نے وسطی غزہ میں حماس کے ٹھکانوں پر حملے کی اطلاع دی ہے۔ اقوام متحدہ کے حکام نے رفح کے علاقے میں اسرائیلی کارروائیوں کے درمیان غزہ تک پہنچنے والی انسانی امداد کی ترسیل رکنے پر تشویش کا اظہار کیا، جس میں ایندھن بھی شامل ہے۔

رفح ایک اہم کراسنگ ہے جسے مصر سے امداد پہنچانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جب کہ ایک قریبی کراسنگ کریم شالوم، اسرائیل سے جنوبی غزہ میں سامان کی ترسیل کی اجازت دیتی ہے۔ اسرائیلی فوج نے بدھ کو کہا کہ اس نے کریم شالوم گزرگاہ کو دوبارہ کھول دیا ہے لیکن اقوام متحدہ نے کہا کہ ابھی تک کوئی انسانی امداد فلسطینی سرزمین میں داخل نہیں ہوئی ہے کیوں کہ اطراف میں اسرائیلی حملوں کی وجہ سے کارکنوں کے علاقہ چھوڑنے کے بعد کوئی بھی امداد وصول کرنے کے لیے موجود نہیں تھا۔ کریم شالوم کراسنگ کو گزشتہ ہفتہ کے آخر میں حماس کے راکٹ حملے میں 4 اسرائیلی- فوجیوں کی ہلاکت کے بعد بند کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد منگل کو ایک اسرائیلی ٹینک بریگیڈ نے غزہ اور مصر کے درمیان واقع رفح کراسنگ پر قبضہ کر لیا اور اسے بھی زبردستی بند کر دیا۔

سویڈن: ماحولیاتی کارکن گریٹا تھنبرگ بھی اسرائیل کے خلاف مظاہرے میں شامل

سویڈن کی نامور ماحولیاتی کارکن گریٹا تھنبرگ دوسرے یوروویژن سیمی فائنل سے قبل فلسطینی حامی مظاہروں میں شامل ہو گئیں۔

موسمیاتی کارکن گریٹا تھنبرگ جمعرات کو یوروو ژن 2024 کے میزبان شہر مالمو میں ہزاروں فلسطینی حامی مظاہرین کے ساتھ شامل احتجاج میں شریک رہیں تاکہ اس سال کے دوسرے سیمی فائنل سے قبل مقابلے میں اسرائیل کی شرکت کے خلاف احتجاج کیا جا سکے۔

تقریباً ایک لاکھ سے افراد جنوبی سویڈش شہر میں سالانہ kitsch-fest کے لیے جمع ہوئے ہیں جو غزہ میں اسرائیلی فوجی مہم کے خلاف احتجاج اور بائیکاٹ کے دوران ہو رہا ہے۔

فلسطینی اسکارف پہنچے 21 سالہ تھنبرگ نے کہا کہ نوجوان رہنمائی کر رہے ہیں اور دنیا کو دکھا رہے ہیں کہ ہمیں اس پر کس طرح کا ردعمل ظاہر کرنا چاہیے۔

مقابلے کی میزبانی کرنے والے مالمو ایرینا کے ارد گرد رکاوٹیں اور کنکریٹ کے بڑے بلاکس لگائے گئے ہیں۔ اسرائیلی مدمقابل ایڈن گولن جمعرات کو دوسرے سیمی فائنل میں اپنا گانا "ہریکین" پیش کریں گے۔

ہالینڈ کے معروف اداکار دائرہ اسلام میں داخل

ایمسٹرڈم، 24 اپریل (یو این آئی) ہالینڈ کے معروف اداکار اور سوشل میڈیا انفلوئنسر ڈونی رول ونک دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، انھوں نے ایک مقامی مسجد میں کلمہ طیبہ پڑھ کر دین اسلام کو قبول کر لیا۔ سوشل میڈیا پر متاثر کن عوامی شخصیت اور ماڈل کے طور پر پہچانے جانے والے ڈونی کو انسٹاگرام پر ایک وائرل ویڈیو میں مسجد کے اندر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

غیر ملکی خبر رساں ادارے کی رپورٹ کے مطابق اداکار اور گلوکار ڈونی رولونک نے 19 اپریل بروز جمعہ کو ایک مقامی مسجد میں مائیک پر کلمہ شہادت کی تلاوت کر کے با قاعدہ اسلام قبول کیا جس کی ویڈیو انسٹاگرام پر وائرل ہو گئی۔

ان کے اسلام قبول کرنے کی خبر نے سوشل پلیٹ فارم پر تہلکہ مچا دیا ہے، ان کے تمام مسلمان پرستار کھلے دل سے دین اسلام میں ان کا استقبال کر رہے ہیں۔ ایک مداح نے لکھا ”ماشا اللہ“ دوسرے نے لکھا کہ "ماشاء اللہ اسلام ہی واحد بڑھتا ہوا مذہب ہے الحمد للہ“۔ تیسرے صارف نے تبصرہ کیا: ”کتنی اچھی خبر ہے“، چوتھے نے اظہار کیا کہ ”خوش آمدید بھائی۔“ جیسا کہ ان کے انسٹاگرام پروفائل سے ظاہر ہوتا ہے، ڈونی گزشتہ چند ہفتوں سے اکثر مساجد کا دورہ کر رہے ہیں، ماہ رمضان کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور قرآن پاک پڑھ رہے ہیں جو ان کے ایمان کی واضح علامت ہے۔

یاد رہے کہ گذشتہ سال ون چیمپئن شپ فلائی ویٹ موئے تھائی چیمپئن نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔ سال 2022 میں اداکار ڈونی رول ونک حادثے کا شکار ہو کر اپنی پانچ پسلیاں تڑوا بیٹھے تھے اور ان کے پھیپھڑے بھی متاثر ہوئے جبکہ ان کو کینسر کی تشخیص بھی ہوئی تھی۔ اس حالت میں وہ اللہ کے قریب ہوئے جس کے بعد انھوں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسلام قبول کرنے پر پوری دنیا میں مسلمانوں کی جانب سے غیر ملکی اداکار کو سوشل میڈیا پر مبارکباد کے پیغامات بھیجے جا رہے ہیں۔

***

خیر و خبر

*آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما اور رضا اکیڈمی نے اجمیر شریف امام کے قتل کی مذمت کی

*راجستھان حکومت امام کے قاتلوں کو گرفتار کر کے سخت سے سخت سزا دے: معین میاں

*علما و ائمہ مساجد کا قتل کیا جانا بہت ہی افسوس ناک: الحاج محمد سعید نوری

ممبئی ۲۸ / اپریل (پریس ریلیز) اجمیر شریف میں رام گنج کے علاقے میں واقع محمدی مدینہ مسجد کے امام مولانا ماہر کے وحشیانہ طریقے سے قتل کیے جانے پر چاروں طرف سے مذمت کی جا رہی ہے۔ امام ماہر کے بے رحمانہ قتل پر ممبئی میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما اور رضا اکیڈمی نے مشترکہ طور پر علمائے کرام و ائمہ مساجد کی ہنگامی میٹنگ طلب کی جس کی سرپرستی معین المشائخ شہزادہ مخدوم سمناں حضرت علامہ سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی صاحب قبلہ قومی صدر آل انڈیا سنی جمعیہ نے فرمائی۔

حضرت معین المشائخ نے طلب کردہ احتجاجی میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے کہا افسوس ہے کہ جن علمائے کرام وائمہ مساجد کو سروں کا تاج جانا جاتا ہے جو ملک و ملت کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں شرپسند عناصر اب انہیں بھی قتل کر رہے ہیں یہ دراصل ملک کی پر امن فضا کو خراب کرنے کی مذموم کوشش ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ مولانا ماہر کا قتل صرف ان کے گھر والوں کے لیے تکلیف دہ نہیں ہے بلکہ یہ قوم مسلم کے لیے بھی بہت ہی افسوسناک ہے۔ شرپسند عناصر چاہے کوئی بھی ہوں کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں ان کی بروقت گرفتاری ہو اور صحیح طریقے سے تحقیقات کی جائے تاکہ حقیقت سامنے آئے۔ ہماری نظر میں قاتل صرف قاتل ہے۔

سجادہ نشین آستانہ عالیہ مخدوم پاک کچھوچھہ شریف حضرت

معین میاں صاحب نے جو اہلسنت والجماعت کی مرکزی تنظیم آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے قومی صدر بھی ہیں نہایت ہی رنج و الم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی جانب سے بروقت مولانا مرحوم کے ورثاء کو ایک لاکھ روپے دیا جاتا ہے۔ وہیں حضرت علامہ سید معین الدین اشرفی الجیلانی صاحب نے حکومت راجستھان سے مطالبہ کرتے ہوئے مانگ کی ہے کہ مولانا کے قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے اور ان کے لواحقین کو معاوضہ کے طور پر ایک کڑور روپیہ دیا جائے۔

رضا اکیڈمی کے بانی و سربراہ قائد ملت الحاج محمد سعید نوری صاحب نے کہا کہ جس طرح سے شرپسندوں نے مسجد میں گھس کر مولانا ماہر کو قتل کیا ہے وہ خود بھی افسوس ناک ہے کہ قاتلوں کے حوصلے اتنے بلند ہوگئے ہیں کہ وہ مسجد میں گھس کر ائمہ مساجد کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ حضرت نوری صاحب نے آگے یہ بھی کہا کہ راجستھان حکومت فوری طور پر تحقیق کروائے تاکہ گھر والوں کو انصاف ملے اس کے لیے باقاعدہ ایس آئی ٹی کے ذریعہ انکوائری ہو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ شرپسند عناصر ریاست و ملک کا ماحول خراب کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ایسے کسی بھی واقعے کی سخت مذمت کرتے ہیں۔

حضرت سعید نوری صاحب نے کہا کہ اجمیر شریف شہر میں اس طرح کا واقعہ یہ ظاہر کرتا ہے مجرموں نے منصوبہ بند طریقے سے یہ کام کیا ہے بچوں کو ڈرا دھمکا کر باہر کر دینا پھر لاٹھی ڈنڈوں سے پیٹ پیٹ کر قتل کر دینا درندوں کے ارادے ظاہر کرتا ہے وہ پلاننگ کے تحت مولا نا ماہر کو قتل کیے ہیں۔ احتجاجی میٹنگ سے حضرت علامہ خلیل الرحمن نوری نے بھی خطاب کیا اور اس قتل کی مذمت کی۔ حضرت مولانا محمد عباس رضوی نے کہا کہ قاتل کوئی بھی ہوں ہمیں اس سے کچھ لینا دینا نہیں ہے بس حقیقت سامنے آئے کہ آخر شرپسند مسجد میں گھس کر کیسے قتل کیے۔ میٹنگ میں صوفی مولانا محمد عمر۔ حضرت مولانا ابرہیم آسی۔ حضرت قاری مشتاق احمد تیغی۔ قاری محمد الیاس۔ مولانا جہانگیر القادری۔ مولانا غلام مصطفیٰ۔ مولانا حاتم طائی۔ قاری نظام الدین۔ قاری قسمت علی۔ مولانا روشن ضمیر، کولکتہ مولانا غلام حیدر مصباحی، اوڈیشہ۔ قاری محمد مبارک حسین، بریلی شریف سمیت بہت سارے علمائے کرام وائمہ مساجد موجود تھے۔

اقبال اور ملا

”اقبال اور ملا“ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم کی تحریر کردہ ایک معرکۃ الآراء، چشم کشا کتاب ہے جس میں علامہ اقبال کا ان کے ہم عصر ملاؤں کے متعلق تاثرات پیش کیا گیا ہے۔ کتاب دلچسپ اور لائق مطالعہ ہے۔ اسی کے ساتھ یہ کتاب تاریخی حقائق کو بھی اجاگر کرتی ہے۔

دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا حسین احمد دیوبندی ٹانڈوی جن کو مدنی نسبت سے بھی ان کے پیرو کار یاد کرتے ہیں وہ پہلے اپنے کچھ لوگوں کے ساتھ مسلم لیگ کی طرف راغب ہوئے تھے اور مسلم لیگ سے پچاس ہزار روپے کی ڈیمانڈ کی تھی جسے مسلم لیگ نے دینے سے انکار کر دیا۔

کانگریس کو ہندو بنیا اپنی مالی نوازشات سے خوب نوازتے تھے اور یہ کانگریس مسلم لیگ کے مقابلے میں ایک مال دار پارٹی تھی۔ روپے کی لالچ میں مولانا حسین احمد دیوبندی اپنے ہمنواؤں کے ساتھ کانگریس سے جا ملے۔

اس سے پہلے مولانا ابوالکلام آزار صاحب اپنے خاندانی روایت سے بغاوت کر کے گھر سے الگ ہو چکے تھے اور کانگریس کے وظیفہ پہ اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ مزید مولانا حسین احمد دیوبندی اپنے احباب کے ساتھ مل کر کانگریس کے مشن کو کامیاب کرنے لگے جس کے لیے نہرو نے مولانا حسین احمد دیوبندی صاحب کو روپیہ دیا۔ مگر مولانا حسین احمد دیوبندی نے جب مزید روپے مانگے تو پنڈت نہرو نے ایک خط شائع کیا اور اس میں لکھا کہ ”حسین احمد کو اتنے روپے دے چکا ہوں، اب وہ اور مانگتے ہیں۔“

اس خط میں پنڈت نہرو نے ان کے نام کے ساتھ نہ مولانا لکھا نہ جناب اور صاحب اس سے نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ (پنڈت جواہر لال نہرو) ایسے علما کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

(اقبال اور ملا، بزم اقبال کلب روڈ، لاہور، ص:18،17)

ان دولت کے پجاری مذہبی ٹھیکیداروں نے صرف پیسہ کے لیے کانگریس کا ساتھ دے کر برصغیر کے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔

(نوشاد عالم چشتی علیگ، علی گڑھ، انڈیا)

***

بزم سخن

تضمین بر کلام اعلیٰ حضرت

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے

بیٹھا ہوں رخت باندھ کے ، ساعت سحر کی ہے
رونق عجیب شہرِ بریلی میں گھر کی ہے
سب آ کے پوچھتے ہیں عزیمت کدھر کی ہے
شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

سب جوہروں میں اصل ترا جوہرِ غنا
اس دھوم کا سبب ہے تری چشمِ اعتنا
ممنون تیرے دونوں ہیں ، بانی ہو یا بِنا
ہوتے کہاں خلیل و بِنا کعبہ و مِنیٰ
لولاک والے ! صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

شوط و طواف و سعی کے نکتے سکھا دیئے
احرام و حلق و قصر کے معنیٰ بتا دیئے
رمی و وقوف و نحر کے منظر دکھا دیئے
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

سر پر سجا کے حمد و ثنا کی گھڑولیاں
وہ عاشقوں کی بھیڑ ، وہ لہجے ، وہ بولیاں
جالی کے سامنے وہ فقیروں کی ٹولیاں
لب وا ہیں ، آنکھیں بند ہیں ، پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

صوم و صلوۃ ہیں کہ سجود و رکوع ہیں
ہر چند شرع میں یہ اہم الوقوع ہیں
حبِ نبی نہ ہو تو یہ سب لا نفوع ہیں
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ہر لمحہ آشنائے تب و تاب ہو گی آب
دنیائے آبرو میں دُرِ ناب ہو گی آب
ان کا کرم رہا تو نہ بے آب ہو گی آب
دنداں کا نعت خواں ہوں ، نہ پایاب ہو گی آب
ندی گلے گلے مرے آبِ گہر کی ہے

جاں وار دوں یہ کام جو میرا صبا کرے
بعد از سلامِ شوق یہ پیش التجا کرے
کہتا ہے اک غلام کسی شب خدا کرے
ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

دم گھُٹ رہا تھا محبسِ قالب میں بے ہوا
تھا ملتجی نصیؔر کہ یارب چلے ہوا
اتنے میں دی سروش نے آواز ، لے ہوا
سنکی وہ دیکھ ! بادِ شفاعت کہ دے ہوا
یہ آبرو رضؔا ترے دامانِ تر کی ہے

از: پیر سید نصیر الدین نصیؔر چشتی

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

May 2024

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN